فراق گورکھپوری

سنگم پبلشنگ ہاؤس۔ الہ آباد

انتساب

شاعرِ اعظم جوشؔ ملیح آبادی کے نام

جوشؔ

کچھ دنوں کی بات ہے کہ میرٹھ کے مشاعرے
سے ہم تم ساتھ ساتھ دِلّی آئے اور ایک ہی جگہ ٹھہرے
رات باقی تھی۔ ہم لوگوں کے اور ساتھی ابھی سوئے
تھے لیکن تھوڑے سے وقفے کے آگے پیچھے ہم تم
جاگ اُٹھے۔ باتیں ہونے لگیں۔ تم نے مجھ سے
پوچھا کہ فراقؔ تم رباعیاں نہیں کہتے؟ میں نے کہا

کبھی بہت پہلے کچھ رباعیاں کہی تھیں اِدھر تو نہیں
کہیں۔ بات آئی گئی ہو گئی۔

بعد کو دِلّی کے اس قیام میں مجھ سے تم سے
اَن بن بھی ہو گئی تھی اور آپس میں تیز تیز باتیں بھی
ہو گئی تھیں جس کی تکلیف ہم دونوں کو بہت دنوں
تک رہی، شاید اب تک ہے۔ تم پُونا چلے گئے اور
میں الٰہ آباد چلا آیا۔ اب اسے وقت کی ستم ظریفی کہو گے
یا فالِ نیک بتاؤ گے کہ الٰہ آباد آکر جو پہلی چیز مجھ سے
ہوئی وہ ایک رُباعی ہوئی جس میں میں نے تمھیں کو
مخاطب کیا اور دِلّی میں ہو جانے والی اسی اَن
بَن کی طرف اشارہ کیا۔ رُباعی یہ تھی :-

معصوم خلوصِ باطنی کچھ بھی نہیں

وہ قرب وہ قدرِ باہمی کچھ بھی نہیں

اِک رات کی وہ جھڑپ وہ جھک جھک سب کچھ

اور آٹھ برس کی دوستی کچھ بھی نہیں

یہ رُباعی رُوپ کی ان رباعیوں کا شگون تھی۔ اسے کہنے کے دو ہفتوں کے اندر اندازاً سو رباعیاں ہو گئیں جو دو مہینوں میں بڑھکر ساڑھے تین سو کی تعداد تک پہونچ گئیں۔ اِسی "آٹھ برس کی دوستی" کی یاد میں جو ایک اضطراری کمزوری کے زیرِ اثر تھوڑی دیر کے لئے "کچھ بھی نہیں" ہو گئی تھی اب یہ ترانے جو آج

رُوپ

کے نام سے شائع ہو رہے ہیں

انتہائی خلوص و محبت سے

تمھارے نام

معنون کرتا ہوں

اگر تم اب بھی مجھ سے صاف نہیں ہوئے تو بھی

میں نا اُمید نہیں

مے باقی و ماہتاب باقیست

مارا بہ تو صد حساب باقیست

فراق

الٰہ آباد۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۴۶ء

میری ان رباعیوں کو پڑھتے ہوئے آپ کو غالباً چند باتوں کا بتدریج احساس ہوگا۔ پہلے اُردو شاعری کے مشاہیر اور ان کے کلام کا تصوّر کیجئے اور عام طور پر بھی اب تک کی اُردو شاعری کی جو تصویر آنکھوں کے سامنے آتی ہے اُس تصویر کا، اس کے نقوش، خط و خال، رنگ و روپ کا تصور کیجئے۔ پھر یہ سوچئے کہ کن کن شعرا کے کلام میں لطیف، نازک، رچے ہوئے اور مہذب انداز سے اپنی پوری وجدانی اور جمالیاتی شان سے ہندستان کی زندگی اور ہندستان کے کلچر کی مصوری یا ترجمانی ہوئی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اُردو شاعری فارسی شاعری کے
سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔ لیکن ایڑی چوٹی کا پسینہ
ایک کرکے بھی کیا اُردو شاعری ایرانی شاعری بن سکی؟
کیا اُردو اور فارسی شاعری میں وہ مشابہت پیدا
ہو سکی کہ اُس کو چھپاؤ، اِس کو نکالو۔ غالبؔ کا نام کچھ دیں
اور کچھ کھلی زبان سے لے چکنے کے بعد چُپ ہو جانے
کے سوا ہم اِن سوالوں کا اور کیا جواب دے سکتے ہیں۔
نقل اور اصل کا فرق جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے۔ اُردو
شاعری کے محاسن سے جسے انکار ہو وہ کافر لیکن
اُردو شاعری فارسی شاعری نہیں بن سکی، نہیں بن سکی
اور وہ ہندستانی شاعری بھی نہیں بن سکی۔ کچھ
عجیب الخلقت سی ہو کر رہ گئی۔ ہندستانیت کے کچھ

عناصر شروع میں کچھ دکن کے شعرا کے یہاں، کچھ
میر کے کلام میں، نظیر اکبر آبادی کے یہاں، حالی کے
یہاں، اقبال کے دورِ اوّل کے کلام میں جھلک جاتے
ہیں۔ لیکن ہندستانی کلچر اپنے پورے رچاؤ اور اپنی تمام
قیمتی قدروں کے ساتھ کیا یہاں بھی جلوہ گر ہو سکا ہے
میری تو۔ عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
لیکن جہاں تک ایسی شاعری کا تعلق ہے جسے
ہم صحیح معنوں میں ہندستانی کہہ سکیں جس میں یہاں کی
فضا کی ٹھنڈک اور گرمی ہو، ہندستان کی مٹی کی خوشبو ہو،
یہاں کی ہواؤں کی لچک ہو، جو یہاں کے آکاش، سورج
چاند اور ستاروں کا آئینہ بنے اور ان کو آئینہ دکھائے،
جس میں وہ مخصوص احساسِ حیات و کائنات ہو جو کہ

رگ وید سے لیکر تلسی داس اور سور داس اور میرا بائی
کے کلام میں نظر آتا ہے جو اس زمانے میں بھی ٹیگور
کے نغموں کی پنکھڑیوں کی آبیاری اور شادابی کا باعث
ہے تو یہ صفات اُردو شاعری میں ابھی بہت کم آئے
ہیں اور اُردو شاعری سے اس کی تمام اچھائیوں کے
باوجود کسی قدر ناآسودگی کا احساس ناگزیر ہو جاتا ہے۔
بچپن ہی سے اُردو شاعری میرا اوڑھنا، بچھونا
رہی ہے اور بچپن ہی سے میں اُردو شاعری کا دلدادہ
ہوتا ہوا اُردو شاعری سے ناآسودہ رہنے کا احساس
کرتا رہا ہوں۔ شروع ہی سے اس سلسلے میں کئی مرحلے
اور مسئلے میرے سامنے رہے ہیں۔ الفاظ، لہجہ، انداز
احساس و تفکر، شاعری کی فضا، شاعری کی سوچ، اُردو

شاعری کی ذہنیت یا ذہنی پس منظر، اس کا مجموعی

اثر یہ تمام اُمور بار بار میرے لئے فکر و تامل کا

سامان فراہم کرتے رہے ہیں بعد کو شاعری میں میری

کوششیں خواہ غزل ہو یا نظم یا رُباعی محض اضطراری

چیزیں نہیں تھیں بلکہ ان کوششوں میں میں ہندستان

اور ہندستان کے کلچر کی تھرتھراتی ہوئی زندہ رگوں کو

چھو لینا چاہتا تھا۔ میں اپنی کوششوں میں کہاں تک

کامیاب ہوا ہوں یہ الگ بات ہے۔

میں جانتا ہوں کہ اُردو سے دلچسپی اور

محبت رکھنے والے کئی اور بھی لوگ ہیں جو اُردو

شاعری کو اُس شاعری کے قریب تر لے جانا اور اس سے

ہم آہنگ کرنا چاہتے ہیں جسے یہ لوگ "بھاشا

کی شاعری" کہتے ہیں۔ لیکن ہندستان کی
نشاۃ ثانیہ میں اس امر کا احساس ہوا ہے کہ
قرنِ وسطیٰ سے اٹھارویں صدی تک کی ہندستانی
زندگی و ادب ہندستانی کلچر کی کئی قدروں سے
محروم ہیں۔ مہا بھارت، والمیک رامائن،
کالیداس، بھوبھوتی اور سنسکرت کے
دیگر جواہر پاروں کی چند بہت بڑی قدریں سورداس
اور تلسی داس، بہاری، پدماکر، رسکھان، ملک محمد
جائسی کے یہاں نہیں ملتیں۔ اردو کو سنسکرت اور
ہندی شاعری دونوں کی قدروں سے استفادہ کرنا
ضروری ہے۔ صرف بھاشا کی شاعری سے استفادہ
کرنا اردو شاعری کو ہندستانی کلچر اور اس کی روح کا

صحیح نمائندہ اور آئینہ دار نہیں بنا سکتا۔ لیکن اُردو
میں سنسکرت الفاظ کی بھرمار، زیادتی کو راہ دینا یا
تنگ نظر "ہندویت" کو جگہ دینا نقصان دہ ہوگا۔ سچا
اور مہذب و متمدن ہندو وہ ہے جو محض ہندو نہ ہو
ان رباعیوں میں میں نے اس کی کوشش کی ہے
کہ موقعے موقعے سے نہایت احتیاط سے سنسکرت
الفاظ لائے جائیں اور اُردو کی فصاحت میں بالکل
فرق نہ آنے پائے۔ کامیابی و ناکامیابی کا فیصلہ
اہلِ نظر پر ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمیشہ میرا یہ نظریہ رہا ہے کہ عربی
فارسی، خود اُردو، یونانی، لاطینی اور مغرب کے جدید ادب
کے ان حصّوں سے جن میں آفاقی کلچر نظر آتا ہے۔

اُردو شاعری کو مانوس ہونا چاہئے۔ آفاقی ادب کے لہجے کو
اپنے لہجے میں جذب کرنا چاہئے اور نئے پُرانے کسی ادب
کے اِن حصّوں کی تقلید سے بچنا چاہئے جن میں سطحیت
ہے اور جو اس بلند سنجیدگی سے معرا ہیں جس پر ارسطو
نے اتنا زور دیا ہے۔

یہ رُباعیاں سب کی سب جمالیاتی یا سنگھار۔ رس
کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان میں شاعری کے وہ افادی پہلو
نظر نہیں آئیں گے جن کے لئے ہم لوگ بے صبر ہتے ہیں
لیکن احساسِ جمال، جنسی جذبہ یا شہوانی نفسیات کی تہذیب
اگر عشقیہ یا جمالیاتی شاعری کے ذریعہ سے ہو سکے تو کیا ہم ایسی
شاعری کو بالکل غیر افادی قرار دینگے؟ کیا بلند عشقیہ یا جمالیاتی
شاعری کا ارتقاے تہذیب میں کوئی حصّہ نہیں؟ ہمیں ادب

میں ترقی پسندی کے معنی ومفہوم کو وسیع کرنا ہے۔ انسانی
جمال کا احساس شہوانیت یا جنسیت سے الگ نہیں کیا
جا سکتا لیکن ترقی یافتہ عشقیہ شاعری نہ شہوت پرستی ہے
نہ تخیلی طور پر جنسی بھوک پیاس کی تشفی ہے۔ ہاں میں
اسے نہیں مانتا کہ عشقیہ شاعری کے علاوہ شاعری کی
دوسری اہم جلوہ گاہیں یا جولانگاہیں نہیں ہیں۔ بہر حال
میں کچھ یہی کہونگا کہ ان رباعیوں میں محض ہندو کلچر کا خمیر
نہیں پڑا ہوا ہے بلکہ آفاقی کلچر کے عناصر بھی ان رباعیوں کے
سامان آرائش ہیں۔ شاعری کی دیوی مادر گیتی کی بہن ہے
اور وہ بھی انسانیت کیلئے اپنی گود کھول دیتی ہے۔

سینے میں مری گونجتا ہے سورج منڈل　　میرے سوز نہاں میں پڑکر ہوئی حل
دنیا میں جب آدمی نے آنکھیں کھولیں　　اس وقت سے آہنگ کی تاریخ ازل

اِن رُباعیوں میں کہیں کہیں ایطاء کا بھی میں مرتکب ہو گیا ہوں۔ ایطاء کو میں صرف کبھی کبھی اور کہیں کہیں جائز سمجھتا ہوں ممکن ہے کچھ اور فروگذاشتیں بھی اِن رُباعیوں میں نظر آئیں لیکن اشاعت سے پہلے ملک کے بلند پایہ ادیبوں نے جس تپاک سے ان رباعیوں کا خیر مقدم کیا ہے وہ میرے لئے بہت حوصلہ افزا رہا ہے۔

رُوپ کی اشاعت کی مختلف منزلیں کافی صبر آزما تھیں اس کام میں جس خلوص اور مستعدی سے حکیم ذوقی صاحب نے میرا ہاتھ بٹایا اسکے لئے میں ان کا دل سے ممنون ہوں۔

فراق گورکھپوری

الہ آباد
۲۵ فروری ۱۹۴۷ء

۱
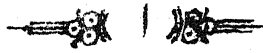
ہر جلوہ سے اک درسِ نمو لیتا ہوں
چھلکے ہوئے صد جام و سبو لیتا ہوں
اے جانِ بہار تجھ پہ پڑتی ہے جب آنکھ
سنگیت کی سرحدوں کو چھو لیتا ہوں

۲
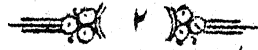
ابرو ملتے ہیں یا لچکتی ہے کٹار
یہ رُوپ کہ رحمتوں کی جیسے چمکار
یہ لوچ، یہ دھج، یہ مسکراہٹ یہ نگاہ
یہ موج نفس کہ سانس لیتی ہے بہار

۳
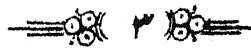
انسان کے پیکر میں اُتر آیا ہے ماہ
قد، یا چڑھتی ندی ہے امرت کی اتھاہ
لہراتے ہوئے بدن پہ پڑتی ہے جب آنکھ
رس کے ساگر میں ڈوب جاتی ہے نگاہ

۴
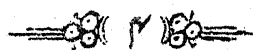
قامت ہے کہ انگڑائیاں لیتی سرگم
ہو رقص میں جیسے رنگ و بو کا عالم
جگمگ جگمگ ہے شبستانِ اَلَم
یا قوسِ قزح لچک رہی ہے پیہم
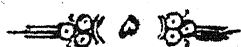
۵

بکھرا ہوا رنگ کیا سہانا ہے سمے
لرزاں ہے بدن گنگناتی ہوئی لے
ہر عضو کی نرم لو میں مدھم جھنکار
پو پھٹتے ہی بھیروں کی آنے لگی لے

۶

نظروں کی شعاؤں میں سواتی کی پھوار
زلفوں کی گھٹا میں موجِ ابرِ کہسار
وہ جانِ وفا تمام دل ہی دل ہے
سر تا بقدم بدن سے آیا ہوا پیار

۷
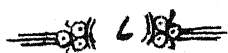
آئینۂ نیلگوں سے پھوٹی ہے کرن
آکاش پہ اَدھ کھلے کنول کا جوبن
یوں اودی فضا میں لہلہاتی ہے شفق
جس طرح کھلے تیرے تبسم کا چمن

۸

ہے رُوپ میں وہ کھنک، وہ رس، وہ جھنکار
کلیوں کے چٹکتے وقت جیسے گلزار
یا لوز کی اُنگلیوں سے دیوی کوئی
جیسے شبِ ماہ میں بجا جاتی ہو ستار

۹
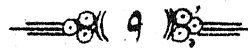
خاموش نگاہ کے تکلّم کی قسم
اس سازِ جمال کے ترنّم کی قسم
کلیاں سی چٹک رہی ہیں سینے میں تمام
جھلکے ہوئے شبنمی تبسّم کی قسم

۱۰

خاموش فضا صاف چمک جاتی ہے
بجلی کوئی لہرا کے لپک جاتی ہے
امرت کی پھوار ہے کہ نورس آواز
یا پگھلی ہوئی صبح چھلک جاتی ہے

۱۱

رگ رگ کی لپک میں پینگ لیتی ہے بہار
گردش میں نگاہ سات رنگوں کی پھوار
صد ہا مہ و خورشید برس جاتے ہیں
بے آگ ہنسی کی یہ سنہری بوچھار

(۱۲)

یہ نقرئی آواز، یہ ترنم خواب
تاروں پر پڑ رہی ہو جیسے مضراب
لہجے میں یہ کھنک یہ رس یہ جھنکار
چاندی کی گھنٹیوں کا بجنا تہِ آب

(۱۳)

آواز یہ سنگیت کا ہوتا ہے بھرم
کروٹ لیتی ہے نرم لے میں سرگم
یہ بول سریلے تھرتھراتی ہے فضا
اِن دیکھے ساز کا کھنکنا پیہم

۱۴

مہتاب میں سرخ انار جیسے چھوٹے
یا قوسِ قزح لچک کے جیسے ٹوٹے
وہ قد ہے کہ بھیرویں سنائے جب صبح
گلزارِ شفق سے نرم کونپل پھوٹے

۱۵

بر روئے سحر حیا کی لہریں ہیں کہ رنگ
خونِ انجم کی اٹھتی موجیں ہیں کہ رنگ
جیسے تہِ آب ہو چراغاں کا سماں
یہ راگنیوں کے دل کی چوٹیں ہیں کہ رنگ

۱۶

رنگت ہے کہ گھنگرو کی دھم جھنکار
جوبن ہے کہ پچھلی رات بجتا ہے ستار
سرشار فضاؤں کی رگیں ٹوٹتی ہیں
چھلکاتا ہے انگلیاں جوانی کا خمار

۱۷

یہ پچھلی رات اِرسمائی سی فضا
پردہ فطرت کے رُخ سے سرکا سرکا
تاروں کی چھاؤں میں جھلکتا ہوا روپ
جیسے وقتِ طلوع کنجن جنگھا

(۱۸)

یہ رُوپ کے گرد سات رنگوں کی پھوار
جیسے مدھم سُروں میں خود گائے ملھار
پڑتا ہے فضا میں عکسِ جسمِ رنگیں
یا قوس قزح کے جھلملاتے ہیں شرار

(۱۹)

وہ بادِ سحر کا رس میں ڈوبا ہوا راگ
چُٹکی میں لیا کنول نے دریا کا سُہاگ
مہکے ہوئے گات سے ہیں لپٹی زُلفیں
صندل کے بن میں جیسے ماتے ہوئے ناگ

۲۰

یہ چہرہ کھلا ہوا یہ مہکے ہوئے ہونٹ
یہ گیسوؤں کی لپٹ یہ لہکے ہوئے ہونٹ
یہ تازہ دمی، یہ مسکراہٹ، یہ نشاط
سانسوں کی ٹھنڈی لو سے دہکے ہوئے ہونٹ

۲۱

چہرہ دیکھے تو رات غم کی کٹ جائے
سینہ دیکھے تو امنڈا ساگر ہٹ جائے
سانچے میں ڈھلا ہوا یہ شانہ یہ بغل
جیسے گل تازہ کھلتے کھلتے پھٹ جائے

(۲۲)

وہ پھبنگ ہے رُوپ میں کہ بجلی لہرائے
وہ رس آواز میں کہ امرت للچائے
رفتار میں وہ لچک پَون رس بل کھائے
گیسو میں وہ لٹک کہ بادل منڈلائے

(۲۳)

نغمے کی الاپ ہے کہ قامت کا تناؤ
کھِلتے ہیں ہر عضو پہ پھبنگ شعلوں کی چڑھاؤ
آ آ کے راگنی کھڑی ہوتی ہے
دیکھے کوئی سجل بدن کا یہ رچاؤ

پَون رس - رس = ہوا کا رس

(۲۴)

زُلفوں سے فضاؤں میں اُداہٹ کا سماں
مکھڑا ہے کہ آگ میں تراوٹ کا سماں
یہ سوز و گدازِ قدِ رعنا ! جیسے
ہیرے کے منارہ میں گھلاوٹ کا سماں

(۲۵)

بر میں فردوس کے گلستاں کی جھلک
رُخ کے گُلِ تر میں شبنمستاں کی جھلک
زُلفوں میں تتار کے شبستاں کی جھلک
پلکوں تلے قاف کے پرستاں کی جھلک

۲۶

گہوارۂ صد بہار، ہر موجِ نفس
یہ رنگِ نشاط تیرے ہاتھوں کا ہے حس
نظریں ہیں کہ رہ رہ کے نہا اٹھتی ہیں
ہر عضوِ بدن سے وہ چھلکتا ہوا رس

۲۷

قطرے عرقِ جسم کے موتی کی لڑی
ہے پیکرِ نازنیں کہ پھولوں کی چھڑی
گردش میں نگاہ ہے کہ بٹتی ہے حیات
جنت بھی ہے آج اُمیدواروں میں کھڑی

(۲۸)

سر تا بقدم رُخِ نگاریں ہے کہ تن
ہیں عضو حسیں کہ بول اُٹھنے کو دہن
یہ مستی و کیف یہ جماہی یہ جھپک
ایک آدھ کھلی نرگسِ خماریں ہے بدن

(۲۹)

یہ شعلۂ حسن جیسے بجتا ہو ستار
ہر خطِ بدن کی لو میں مدھم جھنکار
رنگین نگاہ سے کھل اُٹھتے ہیں چمن
رس ہونٹوں کا پی کے جھوم اُٹھتی ہے بہار

۳۰

ہونٹوں پہ یہ گنگناتی لے ہے کہ سکوت
جاگ اُٹھنے کا ساز ونکے سمے ہے کہ سکوت

لرزش ہے فضاؤں میں کہ بجتے ہیں کان
سنگیت کی کوئی نرم لے ہے کہ سکوت

۳۱

ٹھہری ٹھہری نظر میں وحشت کی کرن
چھلکے چھلکے کلس ہیں مد کے جوبن
ماتھے پر سرخ جھلملاتا تارا
کاندھے پہ گیسوؤں کا چھایا ہوا گھن

(۳۲)

یہ رنگ یہ بُو یہ بھیگا بھیگا ہوا نُور

جُھرمٹ میں گیسوؤں کے جیسے رُخِ حور

لَو دیتا ہے رات کے دھندلکے میں بدن

یا دودِ چمن میں جل رہا ہے کافور

۳۳

اُمڈی بدمست کالی زلفوں کی گھٹا

اہلِ دل کا جنوں صحرا صحرا

لٹکا ہوا سینہ لڑکھڑائی ہوئی چال

اُٹھتی ہوئی موجِ حسن دریا دریا

۳۴

سینے میں لہک رہا ہے جھولا گلزار
بل کھائے بدن میں لہلہاتی ہے بہار
بجلی کی ہیں کروٹیں کہ کولوں کی لچک
جاتی ہے کہاں دگی کی ماری ہوئی نار

۳۵

اس طرح دمک رہا ہے رُوئے تاباں
دریائے شفق میں جیسے ہلکا طوفاں
یوں لہراتی ہیں اُبھرے سینے پہ لٹیں
جیسے کہسار پر گھٹاؤں کا دُھواں

۳۴ — دگّی = تعداد

(۳۶)

اُٹھتے ہیں ہمالہ کی گھٹاؤں کا اُبھار
اندازِ نشست چڑھتی ندی کا اُتار
رفتار میں مدھ بھری ہواؤں کی سنک
گفتار میں شبنم کی رسیلی جھنکار

(۳۷)

شبنم سے یہ شعلوں کی جبیں ڈھلتی ہے
کرنوں سے یہ کلیوں کی گرہ کھلتی ہے
یہ رنگ، یہ رس، یہ مسکراہٹ، یہ نکھار
یا نور کی موجوں میں شفق گھلتی ہے

۳۸
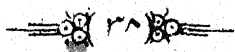
تاروں کی سہانی چھاؤں گنگا اشنان
موجوں کی جلو میں رنگ و بو کا طوفان
انگڑائیاں لے رہی ہو جیسے اُوشا
یہ شانِ جمال، یہ جوانی کا اُٹھان

۳۹
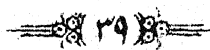
ہے تارِ نظر کہ کپکپاتی ہوئی صبح
ہے نورِ جبیں کہ مسکراتی ہوئی صبح
ہے جنبشِ لب کہ گنگناتی ہوئی صبح
ہے روپ کہ پیچ و تاب کھاتی ہوئی صبح

۳۸- اوشا = صبح - یا صبح کی دیوی یا شفقِ صبح-

۴۰
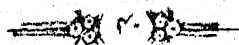
ہے چشمِ سیہ کہ تھرتھراتی ہوئی رات
ہے ذوقِ گنہ کہ جگمگاتی ہوئی رات
ہے زلف کہ پیچ و تاب کھاتی ہوئی رات
رس کے جوبن میں گنگناتی ہوئی رات

۴۱
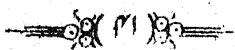
زلفِ پیچاں میں تھرتھراتی ہوئی شام
شوخیِ نگہ میں مسکراتی ہوئی شام
نوکِ مژگاں پہ تلملاتی ہوئی شام
سائے میں پلک کے گنگناتی ہوئی شام

۴۲

رنگین سحر اپنی لہلہاہٹ بھولے
بے خود رُخِ نو کہ سینہ چھو لے
ہنگامِ وصال کچھ سرکتا ملبوس
زرّیں کمر اور جگمگاتے کولھے

۴۳

ہے بسملِ نازِ عشقِ نظارہ پرست
خلقت کے پہلے جیسے ہو صبحِ الست
یہ کُہنی تک آستین چڑھانا تیرا
ہے سارے بدن کی بیحجابی سر دست

۴۳ مصحفی:-
آستیں اُس نے جو کُہنی تک چڑھائی وقتِ صبح :: آ رہی سارے بدن کی بیحجابی ہاتھ میں

۴۴

یہ شانِ طلوعِ صبح یہ حسنِ چمن
جھلمل گھونگھٹ میں جیسے چوتھی کی دلہن
ہر شاخ پہ جگمگاتی کرنوں کا طواف
تو جیسے کلائی میں پھرائے کنگن

۴۵

ساغر کفِ دست میں صراحی بہ بغل
کاندھے پر گیسوؤں کے کالے بادل
یہ مدھ بھری آنکھ، یہ نگاہیں چنچل
ہے پیکرِ نازنین کہ حافظ کی غزل

۴۶
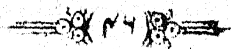
موجِ مئے ناب بہکی بہکی سی یہ چال
گھنگھور گھٹائیں بکھرے بکھرے سے یہ بال
چھلکی چھلکی نئی جوانی کی شراب
قد ہے کہ بھرا بھرا ہے مینائے جمال

۴۷
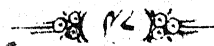
عیسیٰ کے نفس میں بھی یہ اعجاز نہیں
تجھ سے چمک اٹھتی ہے عناصر کی جبیں
ایک معجزۂ خموش طرزِ رفتار
اٹھتے ہیں قدم کہ سانس لیتی ہے زمیں

(۴۸)

وہ مست نظر کہ موجِ صہبا تھرّائے
وہ بہشتی جبیں کہ صبحِ صادق شرمائے
اک موجِ حیات نرم گامی تیری
جس راہوں میں جان جیسے پڑ جائے

(۴۹)

یہ چال، یہ مستی، یہ نشہ، یہ سامانی
یا آتشِ سیّال میں ہے طغیانی
یوں دوڑ رہا ہے تنِ شفّاف میں رس
جس طرح گگن کھیلتا جائے پانی

۴۹۔ جب ندی یا نالہ اچھلتی ہوئی موجوں کے ساتھ بہے تو کہتے ہیں کہ پانی گگن کھیلتا (آسمان سے کھیلتا) جا رہا ہے۔

۵۰

ہر عضو میں پرتوِ لسکتا گلزار
ہر گام پہ جھوم جھوم جاتی ہے بہار
یہ مست خرامی، یہ ہوائیں، یہ گھٹا
موروں کا رقص ہے کہ طرزِ رفتار

۵۱

کومل - پد - گامنی کی آہٹ تو سنو
گاتے قدموں کی گنگناہٹ تو سنو
ساون - لہرے میں ڈوبا ہوا روپ
رس کی بوندوں کی جھنجھناہٹ تو سنو

۵۱ - کومل - پد گامنی = محبوبہ نرم گام

(۵۲)

ہے شام کا آسماں کہ زلفوں کا دھواں
بگلوں کی کج قطار قامت کی کماں
یہ شانِ سبک روی کہ تارے رک جائیں
دھارے پر ماہِ نو کی کشتی ہے رواں

(۵۳)

ہنگامِ خرام وہ غزالِ بدمست
نقشِ کفِ پا کی شوخیاں شعلہ بدست
دو پاؤں سے چوکڑی بھرے ہر ڈگ میں
ارجن کے کماں سے چھوٹے ناوک کی جست

﴿۵۴﴾
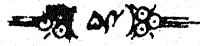
تلووں سے بھری ہوئی گلابی جھلکی
نقش کفِ پا سے لو سی لہرا کے اُٹھی
ہر نقش قدم سے کھلتے جاتے ہیں کنول
وہ چال میں لوچ جیسے مُڑتی ہوندی

﴿۵۵﴾
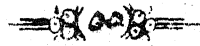
رنگ رُخ میں ہے مہرِ سیال کی ضو
ابرو میں لچکتی ہے کمانِ مہِ نو
ستواں ہے ناک جیسے دیپک کی لو
وہ چال میں جست جیسے بجلی کی رو

(۵۶)

چھلکے ہوئے سیکڑوں پیالے ہیں کہ چال
کھلتے ہوئے رہگذر میں لالے ہیں کہ چال
آہٹ پہ لگے ہیں دیوتاؤں کے بھی کان
ملِ جل کے ستارے گانے والے ہیں کہ چال

(۵۷)

پائل کی صدا ہے یا چھلکتے ہیں ایاغ
ملتا ہی نہیں ہے آج دھرتی کا دماغ
گپ۔ دُھونی لو مارتی ہے ابرے پہ سے
جل اُٹھتے ہیں لالہ زارِ جنّت کے چراغ

۵۷۔ گپ۔ دُھونی (دُھونی بروزن دُھن) پاؤں کی چاپ یا آوازِ پا۔

۵۸

فیضانِ گناہِ عشق سب کو پہونچا
صبحِ شبِ وصل ذرّہ ذرّہ بکھرا
تاروں کی چھاؤں نرم گامی تیری
وہ پچھلے پہر کی نرم دوشیزہ فضا

۵۹

مکھڑے کی ضو سے دشتِ ایمن پُرنور
جوبن کی لو سے جھپکے شمعِ سرِ طور
آنکھوں میں گناہِ اوّلیں کی ترغیب
رفتار سے لرزے موجِ صہبائے طہور

۶۰

تابندہ رخِ نگار شعلے کی لپک
وہ شعلہ کہ پڑ جائے دلوں میں ٹھنڈک
انگڑائی میں وہ کشش ستارے ٹوٹیں
شمع سرِ طور ہے کلائی کی ڈلک

۶۱

سرتا سر بے پناہ مستی طاری
جوبن رس کے اثر سے پلکیں بھاری
وہ جسم کی کافری لگاتی ہوئی آگ
زلفوں کی اتری سے ندیاں جاری

۶۲

لرزش میں بدن کی باغ جنت کی لہک
وجدانِ سیاہ کار گیسو کی لٹک
ہرعضو کے لوچ کا کچھ ایسا انداز
ست رنگے دھنش میں جیسے آجائے لچک

۶۳

پگھلے ہوئے آفتاب سینے میں ہیں بند
دامِ یزداں شکار زلفوں کی کمند
بل کھاتی کنک چھڑی ہی رس کی پتلی
خوشبوئے تنِ نازنیں کی سونے میں سگند

۶۴

ماتھے کی یہ کہکشاں یہ جوبن کی لَوَر
پڑتے ہی جھپک جھپک سی جاتی ہے نظر
وہ روپ جہاں دو دلوں سے ملتے ہوں
آنکھوں میں سہاگ رات مکھڑے پہ سحر

۶۵

اُٹھی موجِ تبسم آبِ زر سے
وہ ہونٹ کہ چومنے کو ساگر ترسے
مکھڑا ہے کہ زندگی کا چھلکا ہوا جام
مدھ ماس کے چندر ماں سے امرت برسے

۶۴۔ لَوَر = شعلے کی تیز لپٹ۔

(۶۶)

ہے عکسِ جبیں یا ہے کمر کی زنجیر
یہ رات اور یہ آکاش گنگا کی لکیر
یا تیری نظر کے پھول انبر پہ کھلے
بالیندو نے یا کمان سے چھوڑا کوئی تیر

(۶۷)

ہونٹوں میں وہ رس کہ جس پہ بھونرا منڈلائے
سانسوں کی وہ سیج جس پہ خوشبو سو جائے
چہرے کی دمک پہ جیسے شبنم کی ردا
مد آنکھوں کا کامدیو کو بھی جو چھکائے

۶۶- اکاش گنگا یا آکاش گنگا = کہکشاں- بالیندو = بچہ چاند۔ ماہِ نو

۶۸

موتی کی کان، رس کا ساگر ہے بدن
درپن آکاش کا سراسر ہے بدن
انگڑائی میں راج ہنس تولے ہوئے پر
یا دودھ بھرا مان سروور ہے بدن

۶۹

رشکِ دلِ کیکئی کا فتنہ ہے بدن
سیتا کے برہ کا کوئی شعلہ ہے بدن
رادھا کی نگاہ کا چھلاوا ہے کوئی
یا کرشن کی بانسری کا لہرا ہے بدن

۶۹۔ کیکئی = راجہ دشرتھ کی تیسری چہیتی رانی جنھوں نے رام کو بن باس دلایا۔

۷۰

تیرے قدموں میں چاند سر کے بل جائے
مکھڑے پہ پڑے نظر تو سورج ڈھل جائے
اُوشا کی لالیما ہو پانی پانی
شرمانے کی یہ ادا کہ بجلی گل جائے

۷۱

الکوں کی لٹک میں سانپ کنڈلی مارے
پلکوں میں ہوں جیسے جھلملاتے تارے
سُندر سُکمار گات اُوشا کی چھٹا
جوبن کے مدھ ـ کلس پہ سورج وارے

۷۰ـ اوشا کی لالیما = شفق صبح ـــــ ۷۱ـ [الکوں : زلفوں] [سُکمار گات = نازک دو شیزہ بدن] [اوشا کی چھٹا = جلوۂ صبح یا حسنِ طلوع] [وارے = قربان کیا کیجے ـ]

۷۲
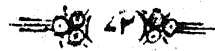
جیسے اودی گھٹا میں گلشن لہکے
جیسے زیرِ نقاب شعلہ جھلکے
لو دے اٹھتا ہے اس طرح رنگِ بدن
سیّال شفق میں جیسے کوندا لپکے

۷۳
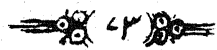
نبھ۔منڈل گونجتا ہے تیرے جس سے
گلشن کھلتے ہیں غم کے خار و خس سے
سنسار میں زندگی لٹاتا ہوا روپ
امرت برسا رہا ہے جوبن رس سے

۷۳۔ نبھ۔منڈل = آکاش۔ منڈل یا نظام شمسی۔

۷۴

گیسو بکھرے ہوئے گھٹائیں بیخود
آنچل لٹکا ہوا ہوائیں بےخود
پُرکیف شباب سے ادائیں بےخود
گاتی ہوئی سانس سے فضائیں بیخود

۷۵

آنکھوں میں وہ رس جو پتّی پتّی دھو جائے
زلفوں کے فسوں سے مارِ سنبل سو جائے
جس وقت تو سیرِ گلستاں کرتا ہو
ہر پھول کا رنگ اور گہرا ہو جائے

۷۶

یوں عشق کی آنچ کھا کے رنگ اور کھلے
یوں سوزِ دروں سے روئے رنگیں چمکے
جیسے کچھ دن چڑھے گلستانوں میں
شبنم سوکھے تو گُل کا چہرہ نکھرے

۷۷

وہ رُوپ کی موہنی وہ چہرے کا نکھار
وہ گول بھرے بھرے وہ سینے کا اُبھار
وہ چال کہ جیسے رقص کرتی ہو نسیم
ہر گام پہ لوٹ جاتی ہے بہار

۷۸

نیرنگیٔ حُسن دیکھ از پا تا فرق
ہوتے ہی نہیں جُدا یہ غرب اور یہ شرق
یہ چہرے کی چلبلاتی دھوپ اور ٹھنڈک
مہرِ نصف النہار شبنم میں ہے غرق

۷۹

وہ نکھرے بدن کا مسکرانا ہے ہے
رس کے جوبن کا گنگنانا ہے ہے
کانوں کی لوؤں کا تھرتھرانا کم کم
چہرے کے تِل کا جگمگانا ہے ہے

۸۰

زلفوں سے فضاؤں کی اُداہٹ سی ہے
جسمِ رنگیں کی اچپلاہٹ سی ہے
شوخی ہے کہ گدگدائے جاتی ہے تجھے
ہر عضوِ بدن کی مسکراہٹ سی ہے

۸۱

پہلو کی وہ کہکشاں تبسموں کا اُبھار
ہر عضو کی نرم لو میں مدھم جھنکار
ہنگامِ وصال پینگ لیتا ہوا جسم
سانسوں کی شمیم اور چہرہ گلنار

۱ه۔ تبسم = مسکرانا مسکراہٹیں۔

۸۲

کھنچنا ہے عبث بغل میں باہوں کو تو لے
کھو جانے کا ہے وقت تکلّف نہ رہے
ہنگامِ وصال اگر سنبھلنے کی نہ فکر
سو سو ہاتھوں سے میں سنبھالے ہوں تجھے

۸۳

چڑھتی ہوئی ندی ہے کہ لہراتی ہے
پگھلی ہوئی بجلی ہے کہ بل کھاتی ہے
پہلو میں لہک کے بھینچ لیتی ہے وہ جب
کیا جانے کہاں بہائے جاتی ہے

(۸۴)

بَر کی قوسِ قزح ، اَلَک کے بادل
جوبن۔ رس۔ اَدھ کھلا سا نینوں کا کنول
مدماتی رگوں میں گنگناتا ہے شباب
برسات مناتی ہے بدن میں منگل

(۸۵)

یہ نرم نگاہ یہ رسیلی باتیں
یہ گیسوئے شبگوں کی بھری برساتیں
رِم جھم رِم جھم یہ رس کی بوندوں کی پھوار
سوتا سنسار، یہ منجھیلی راتیں

۸۴۔ اَلَک = گیسو، زلف۔
۸۵۔ منجھیلی = خاموش اور سنسان۔

۸۶
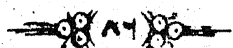
جمنا کی تہو نہیں دیپ مالا ہے کہ زُلف
جو بن شبِ قدر نے نکالا ہے کہ زُلف
تاریک اور تابناک شام ہستی
زندانِ حیات کا اُجالا ہے کہ زُلف

۸۷

راتیں برکھا کی تھرتھراتی ہیں کہ زُلف
تقدیریں پیچ و تاب کھاتی ہیں کہ زُلف
پرچھائیاں کانپ کانپ جائیں جیسے
متوالی گھٹائیں گنگناتی ہیں کہ زُلف

۸۸

گنگا اشنان کا یہ ریلا ہے کہ زُلف
پچھلے کی سہانی دیوبیلا ہے کہ زُلف
کُہرے میں دُھواں سی اُمڈی ہوئی بھیڑ
بڑھتا ہوا کوئی ماگھ میلا ہے کہ زُلف

۸۹

بادل کوئی آہستہ گرجتا ہے کہ زُلف
برسات میں قصرِ شام سجتا ہے کہ زُلف
منڈلائی گھٹا میں جیسے ہاتھی جھومیں
کجلی بن میں ستارہ بجتا ہے کہ زُلف

۸۸ - دیوبیلا - رات کے آخری لمحے جب دیوتاؤں وقت ملنے کو ہوتے ہیں اور دیوتا انسانوں کے قریب ہوتے ہیں — ۸۹ - کجلی بن = ہاتھیوں کا جنگل [illegible]

۹۰

لہرائی دُھواں دھار گھٹائیں ہیں کہ زُلف
بے لاگ اُتری ہوئی بلائیں ہیں کہ زُلف
چُھپکارتی بے پناہ کالی راتیں
اُڑتے ہوئے ہوش کی فضائیں ہیں کہ زُلف

۹۱

سنبل کے تر و تازہ چمن ہیں زُلفیں
بے صبح کی شبہائے ختن ہیں زُلفیں
خود خضر یہاں راہ بھٹک جاتے ہیں
ظلمات کے مہکے ہوئے بن ہیں زُلفیں

بقیہ ۹۰ - [illegible]

۹۲

کاٹے کٹتی نہیں یہ ظلمات کی رات
اک جادو اشب تاب ہے یہ رات کی رات
بھیگی بھیگی فضائیں زلفوں کی گھٹائیں
آئینہ در آئینہ ہے برسات کی رات

۹۳

چڑھتی جمنا کا تیز ریلا ہے کہ زلف
بل کھاتا ہوا سیاہ کوندا ہے کہ زلف
گوکل کی اندھیری رات دیتی ہوئی لَو
گھنشیام کی بانسری کا لہرا ہے کہ زلف

۹۴

برسات کی راتیں آنکھیں ملتی ہیں کہ زلف
کچھ شمعیں سیاہ لَو کی جلتی ہیں کہ زلف
پردوں سے اساوری کے شعلوں کی لپک
ظلمات میں بجلیاں اچھلتی ہیں کہ زلف

۹۵

بھیگی زلفوں کے جگمگاتے قطرے
آکاش سے نیلگوں شرارے چھوٹے
ہے سروِ رواں میں یہ چراغاں کا سماں
یا رات کی گھاٹیوں میں جگنو چمکے

۹۶

ہر سمت دھواں دھواں سی عنبر کی مہک
سرشار گلابیاں سی جاتی ہیں چھلک
سینے میں فضا کے پینگ لیتا ہے گناہ
وجدان سیاہ کار گیسو کی لٹک

۹۷

بکھری ہوائی رات جگمگاتی ہوئی زلف
تقدیر کے پیچ خم دکھاتی ہوئی زلف
[illegible] نے میں چھیڑا ہے سازِ ہستی
جیون سنگیت گنگناتی ہوئی زلف

(۹۸)

مہکی ہوئی شام رسمساتی ہوئی زلف
تاتار کی نکہتیں لٹاتی ہوئی زلف
کچھ بڑھ کے پھونکتی ہے ہر تیز لپٹ
شفّاف فضا کے ہوش اُڑاتی ہوئی زلف

(۹۹)

مجنوں کی وحشتیں بڑھاتی ہوئی زلف
لیلےٰ کو لوریاں سناتی ہوئی زلف
تاروں کا سوز آسمانوں کا گداز
بے سدھ راتوں کو تھپتھپاتی ہوئی زلف

۱۰۰

یہ شام کی نکہتوں کا اُٹھتا ہے دھواں
جیسے ہو میکدہ ہوا پر رقصاں
چمکا ہوا کذبِ حُسن جادو کی کمند
دامِ یزداں شکارِ زلفِ پیچاں

۱۰۱

سرشار فضاؤں میں اُداہٹ کم کم
نمناک ہواؤں میں سنسناہٹ کم کم
انگڑائیاں لیتا ہے شبستانِ تتارہ
مشکیں گیسو میں تھرتھراہٹ کم کم

۱۰۲

زلفیں سارنگیوں کے بجتے ہوئے تار
یہ لہرے بے صدا کے، ساون کی پھوار
ہلتی ہیں لٹیں کہ وجد کرتی ہیں فضائیں
گویا لے چھیڑ کے سنکتی ہے بیار

۱۰۳

نکھری نکھری سی رہتی دنیا کی حیات
لہکی لہکی سی مہکے بن میں برسات
یہ زلفِ سیہ کی خواب آور خوشبو
چپ چاپ کھڑی انگلیاں چٹکاتی ہے رات

۱۰۲۔ بیار = ہوا۔

۱۰۴
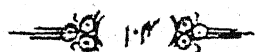
اس مشکستاں میں سانس لیتی ہے رات
تاریک فضا، یہ مد سے بوجھل برسات
آڑی آڑی سی کالی زلفوں کی لٹک
کروٹ سے بہہ رہا ہے رودِ ظلمات

۱۰۵
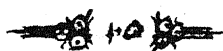
رگ رگ میں تھرتھرائے روحِ نغمات
ہر تار میں یوں چلتی ہوئی نبضِ حیات
بیخود ہوتی چلی ہے نمناک فضا
زلفوں میں ڈھل رہی ہے میخانے کی رات

۱۰۶

بھولی ہوئی زندگی کی دنیا ہے کہ آنکھ
دوشیزہ بہار کا فسانا ہے کہ آنکھ
ٹھنڈک، خوشبو، چمک، لطافت، نرمی
گلزارِ ارم کا پہلا تڑکا ہے کہ آنکھ

۱۰۷

تاروں کو بھی لوریاں سناتی ہوئی آنکھ
جادو شبِ تار کا جگاتی ہوئی آنکھ
جب تازگی سانس لے رہی ہو دمِ صبح
دوشیزہ کنول سی مسکراتی ہوئی آنکھ

۱۰۸

چنچل آنکھوں میں گنگناتی ہوئی شام
گردش میں نظر کی تھرتھراتی ہوئی شام
وہ چھوٹی جھٹپٹے کے تارے کی کرن
پلکوں کی اوٹ ٹمٹماتی ہوئی شام

۱۰۹

چلمن میں مژہ کی گنگناتی آنکھیں
چوتھی کی دلھن سی کچھ لجاتی آنکھیں
جوبن رس کی سدھا لٹاتی ہر آن
پلکوں کی اوٹ مسکراتی آنکھیں

۱۰۹ - سدھا = امرت -

۱۱۰

چھلکاتی ہیں پریم کی گلابی آنکھیں
صد میکدہ در بغل شرابی آنکھیں
ہر شام چراغ شبستانِ جمال
ہر صبح چمن چمن گلابی آنکھیں

۱۱۱

راتوں کی جوانیاں نشیلی آنکھیں
خنجر کی روانیاں کٹیلی آنکھیں
سنگیت کی سرحدوں پہ کھلنے والے
پھولوں کی کہانیاں رسیلی آنکھیں

۱۱۰۔ پہلے مصرعے میں گلابی بمعنی پیالہ

۱۱۲
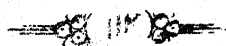
آہوئے سیاہ و شوخ کچھ پلکیں اُٹھائے
ترغیبِ گناہ کے چراغوں کو جلائے
لڑ جائے جہنّم سے اگر اُڑتی نگاہ
سوزِ دلِ اہرمن میں ٹھنڈک پڑ جائے

۱۱۳
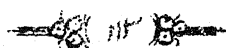
تاروں بھری رات! بزمِ فطرت ہے بجی
ہے شوخ نگاہ میں کبھی ایسی نرمی
یہ چندر کرن میں سات رنگوں کی جھلک
گاتی ہوئی اپسرا گگن سے اُتری

۱۱۳ — [اپسرا = دوشیزۂ جنت] [گگن = آکاش]

۱۱۴

جیسے جھومے ہوا میں وجدانِ گناہ
جیسے جادو جگائے آہوئے سیاہ
آکاش کی نرم سطح پر پڑتے ہی
نقشِ تسخیر کھینچ دیتی ہے نگاہ

۱۱۵

کُہسار پہ گھنگور گھٹا چھانے لگے
کرنوں کی پلک مہر بھی جھپکانے لگے
یہ گیسو و رُخ کی ہے جھلک! آنکھوں میں
وہ کیف کہ افلاک کو نیند آنے لگے

۱۱۶

پیدا ہے نگاہ سے تبسّم کا سماں
پیدا ہے تبسّم سے تکلّم کا سماں
یوں سازِ فضا پر آنکھیں پڑتی ہیں تری
پیدا ہے سکوت سے ترنّم کا سماں

۱۱۷

خوشبو سے مشام آنکھوں کے بس جاتے ہیں
غنچے سے فضاؤں کے بکس جاتے ہیں
جھکتی ہے تری آنکھ سرِ خلوتِ ناز
یا کامنی کے پھول برس جاتے ہیں

۱۱۷۔ "جب سیتا جنک کے باغ میں آنکھیں جھکاتی تھی تو نگاہوں سے سفید پھول برس جاتے تھے۔" رامائن ۔

۱۱۸
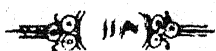
دوشیزہ سحر، رسیلی آنکھوں کی چمک
آئینۂ صبح میں مناظر کی جھلک
جیسے پڑے کورے آبگینوں پر چوٹ
شفّاف فضائیں وہ نگاہوں کی کھنک

۱۱۹
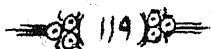
جوبن - رس پتلیوں کے اندر ڈولے
اس نرمل جل میں رُوپ مریم دھولے
یہ نرم نظر کی سیج، پلکوں کی یہ چھاؤں
سوئی ہے سُہاگ رات گیسو کھولے

۱۲۰

یہ رنگِ نشاط، لہلہاتا ہوا گات
جاگی جاگی سی کالی زلفوں کی یہ رات
اے پریم کی دیوی یہ بتا دے مجھکو
یہ رُوپ ہے یا بولتی تصویرِ حیات

۱۲۱

یہ نازک جسم رنگ و بو سے بوجھل
یہ روپ، یہ رس کی لہر، یہ نین کنول
کاندھے سے ردائے نور لٹکی لٹکی
یا صبح کی دیوی ہے اُٹھائے آنچل

۱۲۰: گات = جسم — ۱۲۱: نین کنول = آنکھوں کا کنول

۱۲۲
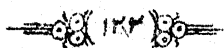
ہے لوچ بلور میں کہ پیکر کا رچاؤ
میخانے کو نیند آ گئے وہ آنکھوں کا جھکاؤ
جس طرح کمانیوں میں پڑ جائے جان
دیکھے کوئی پنڈلی کا گداز اور تناؤ

۱۲۳
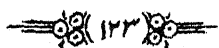
پنڈلی میں لپکتا ہوا جیسے کوندا
ٹخنے ہیں کہ پر تولے عطارد ہے کھڑا
ہے پاؤں کہ ٹھہری ہوئی بجلی میں ہی لوچ
تلوے ہیں کہ سیماب میں سورج کی ضیا

۱۲۳ - [illegible] دیوتا الایس مرکری (عطارد) دیوتاؤں کا پیامبر ہے اور اسکے ٹخنوں میں ننھے ننھے پر لگے ہوئے تھے ہیں۔

۱۲۴

ہے قوسِ قزح کہ تھرتھراتے بازو
رشکِ فردوس لہلہاتے پہلو
رقصاں شعلہ ہے لچکی لچکی سی کمر
کُندل پہ کنول ہے یا دمکتا پیڑو

۱۲۵

وہ چہرہ کہ برقِ طور آنکھیں جھپکائے
وہ ماتھا چندر لوک جس سے شرمائے
وہ ناف کہ کوثر میں بھنور پڑ پڑ جائے
وہ ران کہ خورشید کو آئینہ دکھائے

۱۲۴- کندل = سنہری ڈنٹھل۔
۱۲۵- چندر لوک = چاند کی دنیا۔

(۱۲۶)

گنگا وہ بدن کی جس میں سورج بھی نہائے
جمنا بالوں کی تان بنسی کی اُڑائے
سنگم وہ کمر کا آنکھ اوجھل لہرائے
تہہ آب سرسوتی کی دھارا بل کھائے

(۱۲۷)

انگڑائی سے نیند آفتابوں کو بھی آئے
وہ چال کہ ٹھوکر آسمانوں کو لگائے
وہ قد کہ جھنجھوڑ کر قیامت کو جگائے
وہ شوخ ادا کہ برق آنکھیں جھپکائے

۱۲۶: سنگم پر گنگا، جمنا، سرسوتی تین ندیوں کا میل ہوتا ہے۔ سرسوتی گنگا، جمنا کی اوٹ میں آنکھ اوجھل بہتی ہے۔

۱۲۸

سورج کو بھی رُوپ کا جھمکڑا جھپکائے
وہ اُدھ کھلی آنکھ سوتے فتنوں کو جگائے
چُٹکی میں ہے رشتۂ نظامِ شمسی
سو جائے زمانہ جب وہ انگلی چٹکائے

۱۲۹

رنگین فضا سنگار درپن کی مثال
بول اُٹھنے کو ہے سکوت اُچھلتا ہی گلال
یہ شام، یہ بزمِ ماہ، یہ عہدِ وفا
جے مال پنھاتے وقت سیتا کا جمال

۱۳۰

امرت سے دُھلی جبین، ابرو کے ہلال
گردن کا یہ خم، یہ چھب یہ حُسنِ خد و خال
ہر عضو میں یہ لچک، یہ نکھ شکھ کا رچاؤ
دب جاتا ہے صنعتِ اجنتا کا کمال

۱۳۱

گنگا میں چوڑیوں کے بجنے کا یہ رنگ
یہ راگ، یہ جل ترنگ، یہ رُوپ، یہ اُمنگ
بھیگی ہوئی ساڑیوں سے کوندے لپکے
ہر پیکرِ نازنین کھنکتی ہوئی چنگ

۱۳۱. چنگ — ستار

۱۳۲

گنگا اشنان، یہ چمکتے بجرے
ناؤوں میں سوار مہ جبینوں کے پرے
سنگم میں لگا کے غوطہ اٹھتا ہے یہ روپ
موجوں کے بھنور سے جیسے زہرہ ابھرے

۱۳۳

مکھڑا دیکھیں تو ماہ پارے چھپ جائیں
خورشید کی آنکھ کے شرارے چھپ جائیں
رہ جانا وہ مسکرا کے تیرا کل رات
جیسے کچھ جھلملا کے تارے چھپ جائیں

۱۳۲ - رومن دیومالا میں زہرہ (وینس) طوفان میں لہروں کے بیچ سے ابھرتی ہے۔

(۱۳۴)

سنگیت کی پنکھڑی کو شبنم دھو جائے
جیسے شعلوں کی جگمگاہٹ کھو جائے
پچھلے کو خمارِ جسمِ رنگیں جیسے
کلیوں کے لبوں پہ مسکراہٹ سو جائے

(۱۳۵)

حسن خوابیدہ میں بھی ایسی سج دھج
زنجیر ہو بجلیوں کی جیسے کچھ کج
یہ بستر نرم و صاف یہ جسم کی جوت
تکیوں پر بادلوں کے جیسے سورج

(۱۳۶)

کچھ نیند سی کل رات تجھے آتی ہوئی
سکمار بدن پہ بیخودی چھاتی ہوئی
تاروں کی بھی ہو چلی تھیں پلکیں بھاری
باتیں تری کچھ آنکھ سی جھپکاتی ہوئی

(۱۳۷)

کچھ ہجر و وصال کا معمہ نہ کھلا
جل میں کب بھیگتے کنول کو دیکھا؟
بیتی ہوں گی سہاگ راتیں کتنی
لیکن ہے آج تک کنوارا ناتا

۱۳۷۔ کنوارا ناتا = منگنی اور بیاہ کے درمیان کے رشتے کو کنوارا ناتا کہتے ہیں

﴿۱۲۸﴾

سوتے جادو جگانے والے دن ہیں
عمروں کی حدیں ملانے والے دن ہیں
کنیا اب کامنی ہے ہونے والی
آنکھوں کو نیَن بنانے والے دن ہیں

﴿۱۲۹﴾

پُروائی جس گھڑی ہو سنکی سنکی
زنجیر سحر جب کہ ہو چھنکی چھنکی
ایسے میں آرتی اُتارے اُوشا
رس میں ڈوبے ہوئے کنوارے پن کی

۱۲۸۔ نیَن بروزن نین اور بروزن لگن دونوں طرح صحیح ہے

(۱۴۰)

آجاتا ہے گات میں سلونا پن اور
چنچل پن، بال پن، انیلا پن اور
کٹتے ہی سہاگ رات دیکھیں جو اُسے
بڑھ جاتا ہے رُوپ کا کنوارا پن اور

(۱۴۱)

ہے وجد میں رہگذر یہ گاتی ہوئی چال
لٹکے ہوئے روپ سے اچھلتا ہے گلال
آئینہ صبح میں تموّج ہے تمام
بل کھایا بدن ہے یا ہے قوسِ سیّال

۱۴۲

حمّام میں زیرِ آب جسمِ جاناں
جگمگ جگمگ یہ رنگ و بو کا طوفاں
ملتی ہیں سہیلیاں جو مہدی پہ پاؤں
تلوؤں کی گدگدی ہے چہرے پہ عیاں

۱۴۳

یہ رات! فلک پہ تھرتھراتا سا غبار
شیشے پہ نرم نرم پڑتی ہے پھوار
یا بیٹھ کے ماہِ نو میں دیوی کوئی
چھیڑے ہوئے راگنی بجاتی ہے ستار

(۱۴۴)

آئینہ در آئینہ ہے شفاف بدن
جلوے کچھ اس انداز سے ہیں عکس فگن
اک خواب جمال ہے کہ بندھتا ہے طلسم
وہ روپ جھلکتا ہوا جادو درپن

(۱۴۵)

پیکر ہے کہ چلتی ہوئی پچکاری ہے
فوارۂ انوار سحر جاری ہے
پڑتی ہے فضا میں سات رنگوں کی پھوار
آکاش نہا اٹھتا ہے بلہاری ہے

(۱۴۶)

امرت میں ڈھلی ہوئی فضائے سحری
جیسے شفاف نرم شیشے میں پری
یہ نرم قبا میں لہلہاتا ہوا روپ
جیسے ہو صبا کی گود پھولوں سے بھری

(۱۴۷)

آواز میں وہ لوچ کہ بلبل چہکے
رفتار میں وہ موج کہ سبزہ لہکے
زلفوں سے چمک مانگتی ہے شامِ بہار
عارض میں غنا کا نرم شعلہ دہکے

١٤٨

جُوڑے میں سیاہ رات گُندھی مائے
ماتھے کے عرق میں جھلملاتے تارے
عارض میں سحر کے چھلکے چھلکے ساغر
ٹھوڑی میں قمر کے جگمگاتے پارے

١٤٩

جوبن - رس پگھلے چاند سورج چھلکائے
سانسوں کی شمیم فصلِ گل کو لہکائے
وہ زلف کہ سے چھپتے ہوئے شرمائے
وہ رنگ بدن کہ آنکھ دن کی کھل جائے

۱۵۰

چھل بل سے بھری نار دئی کی ماری
رنگین اداؤں کی شگوفہ کاری
چھلکا چھلکا شباب بدمست و خراب
تد پی کے سیاہ لمبی پلکیں بھاری

۱۵۱

سرشار جمال سے شبستان نکھر آئے
رخسار میں تجلیوں کا مسکن نظر آئے
گفتار سنے تو راگنی تھام لے دل
اُٹھتے ہی قدم نسیم جنت تھرائے

(۱۵۲)

وہ چہرہ قمر ہیں سرخ لہریں جو اٹھائے
وہ گردن و سینہ میکدہ وجد میں آئے
وہ حسنِ شکم کہ جان سوچ میں پڑے
بل کھاتی کمر آکاش گنگا لہرائے

(۱۵۳)

وہ اک گہرا سکوت کل رات گئے
طاقوں پہ دیے نیند میں ڈوبے ڈوبے
پلکیں جھپکا رہی تھیں جب ٹھنڈی ہوائیں
آنا ترا اک نرم اچانک پن سے

۱۵۲۔ اکاش گنگا یا آکاش گنگا = کہکشاں۔

۱۵۴

جب پریم کی گھاٹیوں میں ساغر اُچھلے
جب رات کی وادیوں میں تارے چھٹکے
نہلاتی فضا کو آئی رس کی پتلی
جیسے شیو کی جٹا سے گنگا اُترے

۱۵۵

جب کھول رہی ہوں پہلی کرنیں پلکیں
جب رات سمیٹتی ہو مہکی الکیں
جب ذرّے کسمسا کے آنکھیں کھولیں
تیری آواز پا کے ساغر چھلکیں

۱۵۶

جب تاروں نے جگمگاتے نیزے توڑے
جب شبنم نے فلک سے موتی رولے
کچھ سوچ کے خلوت میں بصد ناز اُس نے
نرم انگلیوں سے بند قبا کے کھولے

۱۵۷

جب چاند نے امرت کی گگر چھلکائی
جب ہم گر نے سرد ہوا سنکائی
لرزش تن نازک میں ہوئی ات گئے
یا چاندنی پڑتے ہی لتا لہرائی

۱۵۷ ۔ ہم گر ۔ ہم ۔ برف ۔ گر = پہاڑ ، ہمالہ جس کی چوٹیاں برف سے ڈھکی رہتی ہیں ۔

(۱۵۸)

جب تاروں کے کاروان ٹھہرے
جب کشتیِ ماہِ نو ہو لنگر ڈالے
جب نیند کی سانس کہکشاں لیتی ہو
ایسے میں کاش تری آہٹ آئے

(۱۵۹)

جب تاروں بھری رات نے لی انگڑائی
نمناک مناظر نے پلک جھپکائی
جب چھا گئی پُرکیف اُداسی ہر سمت
سرشار فضاؤں کو تری یاد آئی
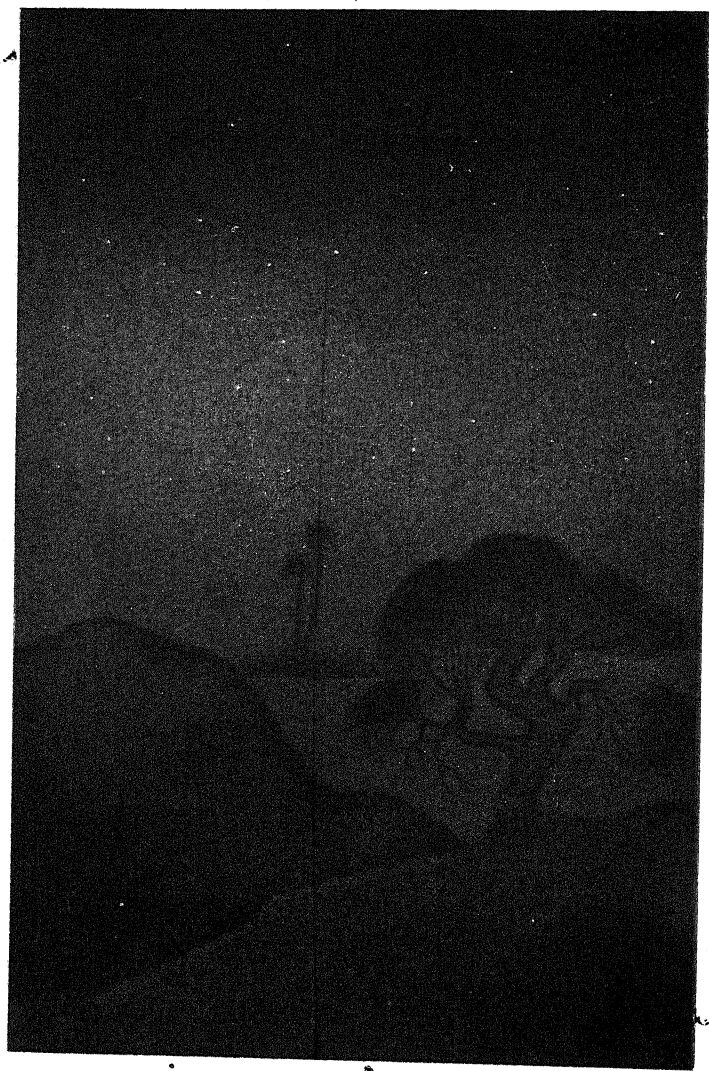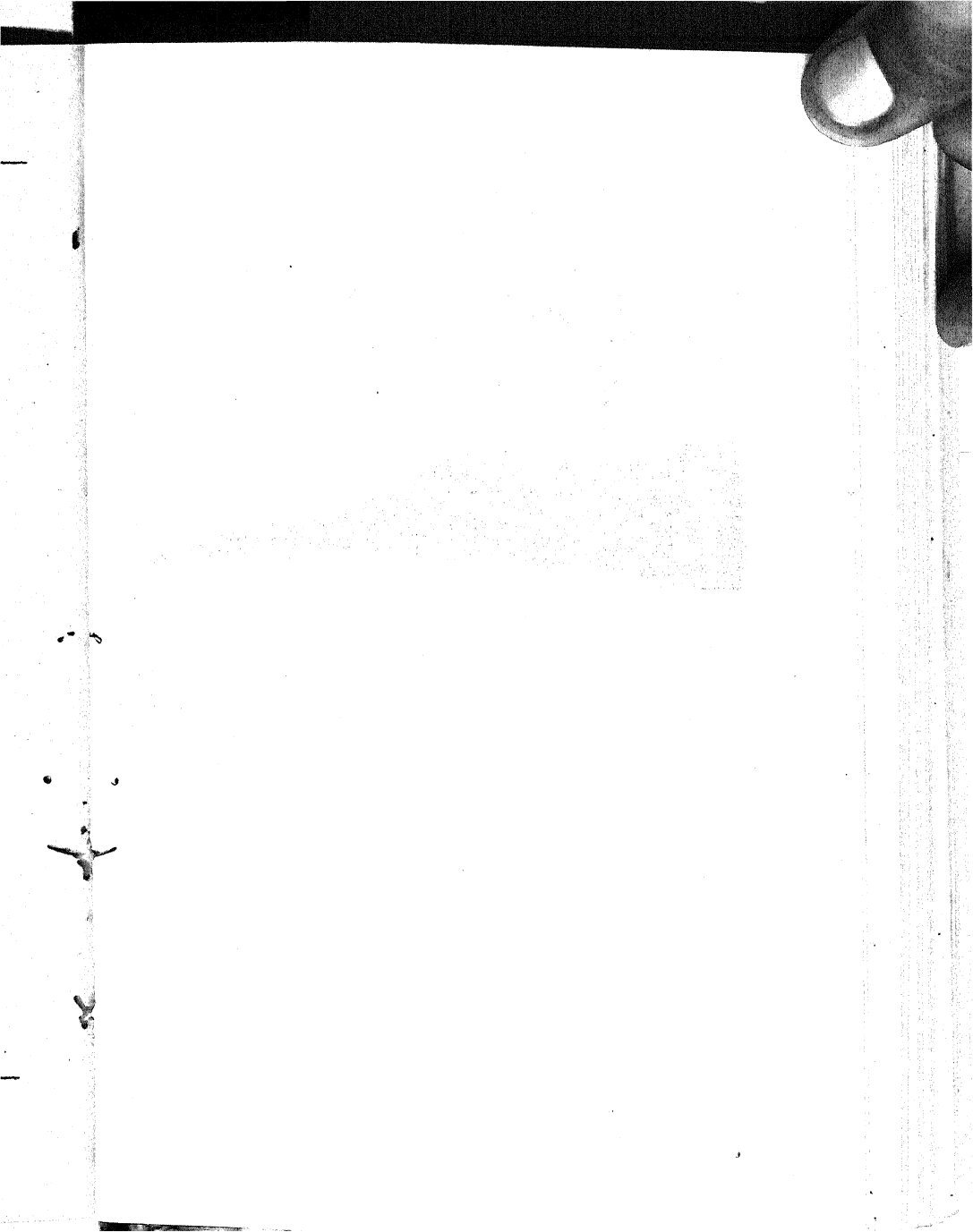
(۱۶۰)

جب آجاتا ہے دھیان ترا اے دوست
جب بزمِ خیال ہوں سجاتا اے دوست
اپنے کو بہت اُس سے بڑا پاتا ہوں
خود کو سمجھے ہوئے تھا جتنا اے دوست

(۱۶۱)

جب زلفِ شبِ تار ذرا لہرائی
جب تاروں نے پور انگلیوں کی چٹکائی
جب چاند کی بل کھائی جبیں اُبھری ذرا
ایسے میں تری نیند بھری انگڑائی

(۱۶۲)

جب جلوہ نما چاند لبِ بام ہوا
جب ساغرِ شب چھلکا ہوا جام ہوا
تو سامنے آیا کہ مری آنکھوں کو
اس پردۂ دیدار میں الہام ہوا

(۱۶۳)

جب رات ہو جگمگاتی چادر اوڑھے
جب چاند کی آنکھ سے بھی غفلت ٹپکے
جب سازِ سکوتِ رات ہو ایسے میں
گنگناتے قدموں کی گنگناہٹ آئے

۱۶۴

جب زہرہ لئے ہوئے ہو ہاتھوں میں ستار
جب چرخ پہ اُڑ رہے ہوں نغموں کے شرار
جھپکاتے ہوں آنکھ جب ستاروں کے چراغ
ایسے میں ہو کاش مجھکو ترا دیدار

۱۶۵

جب پچھلے پہر پریم کی دُنیا سو لی
کلیوں کی گرہ پہلی کرن نے کھولی
جوبن رس چھلکاتی اُٹھی چنچل نار
رادھا گوکل میں جیسے کھیلے ہولی

(۱۶۶)

جب سورج جگمگاتے ساغر چھلکائے
رنگیں شفق کی کو رشعلوں میں نہائے
وہ عالمِ رنگ و نور بر خطِ اُفق
تیرے آنچل کا جیسے لچکا لہرائے

(۱۶۷)

جب تاروں کا کارواں نگاہوں سے چھپا
ایک ایک ورق رات کا چہرہ اُترا
ملتی تھی ابھی آنکھ ہی دوشیزہ کرن
ایسے میں دبے پاؤں وہ تیرا آنا

(۱۶۸)

جب کرنیں ہمالیہ کی چوٹی گوندھیں
سوئے ہوئے آبشار آنکھیں کھولیں
جب کنچن نیر سی جھلکتی ہو فضا
ایسے میں کاش تیری آہٹ پائیں

(۱۶۹)

جب چاند کی وادیوں سے نغمے برسیں
آکاش کی گھاٹیوں میں ساغر اُچھلیں
امرت میں دُھلی ہو رات اے کاش ترے
پائے رنگیں کی چاپ ایسے میں سنیں

۱۶۸- کنچن نیر = نہایت شفاف پانی۔

(۱۷۰)

جیسے شب تار میں ستارے ٹوٹیں
جیسے گلزار سے شرارے پھوٹیں
جس طرح سے جھلکیاں دکھاتا ہے خیال
یہ آنکھیں یونہی تیرے نظارے لوٹیں

(۱۷۱)

جسطرح ندی میں ایک تارا لہرائے
جسطرح گھٹا میں ایک کوندا بل کھائے
برمائے فضا کو جیسے اک چندر کرن
یونہی شامِ فراق تیری یاد آئے

(۱۷۲)

آجا کہ گھڑی ہے شام پروا گھیرے
مدت ہوئی جب ہوئے تھے درشن تیرے
مغرب سے سنہری گرد اٹھی سوئے قاف
سورج نے اگنی۔ رتھ کے گھوڑے پھیرے

(۱۷۳)

دامن قوسِ قزح، گھٹائیں زلفیں
دمکے ہوئے دھڑ میں برقِ نیساں کی رگیں
پی جیون۔ وان پہ چمکتے قطرے
رہ رہ کے حلق میں جو چھپکے پڑیں

۱۷۳۔ یہ پانی نیساں یا سواتی کی بوندوں کی تصویر ہے۔ آخری بارش کے آخری قطروں سے چاتک یا پپیہا اپنی پیاس بجھاتا ہے۔ [جیون زندگی یا پانی]

(۱۷۴)

جیسے ہو کوئی چراغ دھارے پہ رواں
جیسے بن میں ہو ایک شعلہ رقصاں
جس طرح دبی چوٹ اُبھر آتی ہے
یونہی نظر آئے ترا روئے خنداں

(۱۷۵)

جسطرح رگوں میں خون صالح ہو رواں
جسطرح حیات کا ہے مرکز رگِ جاں
جسطرح جدا نہیں وجود و موجود
کچھ اس سے زیادہ قریب ہے جانِ جہاں

(۱۷۶)

کھلتا ہی نہیں حسن ہے پنہاں کہ عیاں
دیکھے تجھے کیسے کوئی اے جانِ جہاں
بندھ جاتا ہے اک جلوہ و پردہ کا طلسم
یہ غیب و شہود! آنکھ مچولی کا سماں

(۱۷۷)

یہ خنکی، یہ رت جگا، یہ بھاری پلکیں
شبنم سے دُھلے برگِ چمن بھیگی مسیں
تاروں بھری رات کو جماہی آئی
روئے عرق آلود پہ لہرائیں لٹیں

(۱۷۸)

ماں اور بہن بھی اور چہیتی بیٹی
گھر کی رانی بھی اور جیون ساتھی
پھر بھی وہ کامنی سراسر دیوی
اور سیج پہ بیسوا وہ رس کی پتلی

(۱۷۹)

منڈلاتا ہے پلک کے نیچے بھونرا
گلگوں رخسار کی بلائیں لیتا
رہ رہ کے لپک جاتا ہے کانوں کی طرف
گویا کوئی رازِ دل ہے اُس کو کہنا

۱۷۸- (مہا بھارت سے "رفیقۂ حیات کے صفات")
۱۷۹- (شکنتلا ناٹک سے۔ شکنتلا رشی کے آشرم میں پودوں کو پانی دے رہی ہے)

ثانی نہیں تیرا نہ کوئی تیری مثال
کس خواب کی تعبیر ہے یہ شانِ جمال
سینے میں یکسوئی کے پلتے پلتے
جیسے صورت پکڑ لے یزداں کا خیال

(۱۸۱)

پھولوں کی سہاگ سیج، یہ جوبن۔ رس
سوتے میں سہاگنی لٹاتی ہوئی جس
کروٹ کروٹ سے ہے لہلہاتی جنت
یہ رات کچھ ملتے ہوئے روپ کلس

۱۸۱۔ (شکنتلا کے حسن کو دیکھ کر راجہ دُشینت کہتے ہیں)

(۱۸۲)

ہے تیر نگاہ کا کہ پھولوں کی چھڑی
قطرے ہیں پسینے کے کہ موتی کی لڑی
کومل مسکان اور سرکتا گھونگھٹ
صبحِ الست ہے اُمیدواروں میں کھڑی

(۱۸۳)

شبنم میں نہائی صبح نکھری نکھری
ہے رنگ بدن۔ کہ مسکراتی ہے کلی
تصویرِ شگفتگی صباحت اُس کی
ہے کھلتے ہوئے کنول کی خوشبو سی لدی

(۱۸۴)

بن باسیوں میں جلوۂ گلشن لے کر
تاریکیوں میں شعلۂ ایمن لے کر
وہ ہنستی ہوئی روپ کی دیوی آئی
کانٹوں میں کھلے پھول سا جوبن لے کر

(۱۸۵)

آواز کی نغمگی پپیہے کو دی
تقلید خرام ناز ہنسوں نے کی
ہے نازکی کانپتی لتاؤں میں تری
معصوم نظر ہرن کے بچے کو ملی

۱۸۵-(کالیداس سے)

(۱۸۶)

کومل مسکیاں جھلملاتے تارے
رخساروں کے تازہ پھول پیارے پیارے
ترشی ہوئی مہکی راتیں زلفوں کی لٹیں
انگ انگ سنگیت کے اُبلتے دھارے

(۱۸۷)

لے روپ کی لکشمی یہ جلووں کا راگ
یہ جادوئے کام روپ، یہ حسن کی آگ
خیر و برکت جہان میں تیرے دم سے
تری کومل ہنسی محبت کا سہاگ

۱۸۶- کومل مسکیاں = نرم مسکراہٹ۔

(۱۸۸)

جوبن - رس سے روپ [illegible]تی ہری ہری
لہراتی ہوئی شفق میں کم کم سی تری
آنکھوں میں سہاگ رات سنگار کئے
موتی سے مانگ، گود پھولوں سے بھری

(۱۸۹)

مہکے ہوئے بن [illegible]سے زلف کھاتی ہوئی میل
آنکھوں میں ہرن کے بچے کرتے ہیں کلیل
جیسے مری لے تاروں کو چھو لیتی ہے
پروان چڑھے تو یونہی لے پریم کی بیل

(۱۹۰)

دن ڈوب چکا ہے یہ اُداہٹ، یہ بدن
آکاش سے ہے سربسر جھلاجھل درپن
جلتے جاتے ہیں چاند تاروں کے چراغ
اب روپ کی آرتی سجاتا ہے گگن

(۱۹۱)

خوشبو دیتی ہے رات رانی تیری
کٹتی ہوئی رات ہے کہانی تیری
تاروں کے بھی پڑ چلے ہیں سوتے ٹھنڈے
چٹکاتی ہے انگلیاں جوانی تیری

۱۹۰۔ گگن = آکاش۔

۱۹۲

کس بادے سے چور ہے جوانی تیری
کن شعلوں کا نور ہے جوانی تیری
جیسے جوالا مکھی ہو پھٹنے والا
کتنی بھرپور ہے جوانی تیری

۱۹۳

دوشیزہ کرن کلی کو جیسے اکسائے
رس، رنگ، سگندھ کے چراغوں کو جلائے
اس چندر مکھی کی مسکراہٹ میں وہ لوچ
شبنم میں کنول کے جیسے کوندا بل کھائے

۱۹۳- جوالا مکھی = کوہِ آتش فشاں۔

(۱۹۴)

یہ نرم ہوائیں، لہلہاتا ہوا باغ
دو وقتوں کے ملجانے کا دیتے ہیں سراغ
یہ نکھرا روپ، یہ سکومل مسکیاں
جسطرح شفق کے پیچھے جلتا ہو چراغ

(۱۹۵)

جھرمٹ میں گلوں کے جیسے جگنو چمکے
شفاف صدف میں جیسے موتی دمکے
اوشا کا سہاگ مسکراہٹ کی یہ لو
گھونگھٹ سے شفق کے جیسے تارا جھمکے

(۱۹۶)

جیسے ہیرے کی آنچ کا دل دھڑکے
پَو اوٹ سے لالا کی جیسے پھوٹے
کومل ادھروں پہ مسکراہٹ کی یہ چھوٹ
کرنوں پر جیسے کوئی دیوی ناچے

(۱۹۷)

لَو جیسے سکوت کی ہو مدھم مدھم
لہروں پہ چاند جیسے ناچے چھم چھم
اور رس ہونٹوں پہ مسکراہٹ کم کم
جیون۔ آنند جیسے لیتا ہو جنم

۱۹۶-[کومل = نازک][ادھروں = ہونٹوں]

(۱۹۸)

دوشیزہ شفق کا سینہ دھڑکا دھڑکا
لہروں پہ کنول کا شعلہ بھڑکا بھڑکا
کومل ادھروں پہ یہ سہانی مسکان
جس طرح جھلک دیتا ہو پیالا ٹڑکا

(۱۹۹)

بل کھائی کرن نے جیسے پھینکی ہو کمند
کلیوں کی چولیوں کے کھلنے لگے بند
مکھڑے کے گھونگھٹ سے مسکراہٹ کی جھلک
یہ ترنم وہ مہک، یہ رنگ، یہ رس، یہ سگند

۲۰۰

شعلوں میں برگِ گُل ہو ڈھلتا جیسے
شبنم میں ہو شرار گھُلتا جیسے
ہونٹوں کی پنکھڑی پہ کومل مُسکان
لَو دے اُٹھے رُوپ کی مُردلتا جیسے

۲۰۱

کھلتے ہوئے گلزاروں کے رس اور سگند
ست رنگے دھنش کی لوچ بجلی کی کمند
رِت راج کی انگڑائی اُٹھا کے سنگیت
کومل مسکان تیری چپکی میں ہیں بند

۲۰۰۔ مُردُلتا (بروزن بدلتا) = نرمی و نزاکت۔
۲۰۱۔ رِتُ راج = بہار یا بہار کا دیوتا۔

۲۰۲

آنکھوں میں کسمسا رہی ہے بجلی
وہ دھج کہ ہو جیسے راگنی آ کے کھڑی
وہ روپ کہ جیتا جاگتا جیون سپن
وہ رنگ اوشا کے جیسے ادھروں پہ ہنسی

۲۰۳

ہر سانس میں گلزار سے کھلجاتے تھے
ہر لحظہ میں جنت کی ہوا کھاتے تھے
کیا تجھ کو محبت کے وہ ایام ہیں یاد؟!
جب پردۂ شب بجتے تھے دن گاتے تھے

۲۰۲۔[جیون سپن = خواب حیات][اوشا = صبح کی دیوی][ادھروں = ہونٹوں]

(۲۰۴)

وہ آنکھ کھلی، دن کی کرامات ہوئی
ہر مست نگہ رمز و کنایات ہوئی
چھلکا تا ہوا میکدہ دن ڈوب گیا
گیسوئے سیہ تاب کھلے رات ہوئی

(۲۰۵)

جس طرح اساوری کے دل کی دھڑکن
جیسے پچھلے پہر کا مہکا ہوا بن
جیسے کھلتے کنول کے سینے کی امنگ
چھلکا پڑتا ہے مدمیں ڈوبا جوبن

۲۰۵ - اساوری بھیرویں سے کچھ پہلے گائی جاتی ہے۔

۲۰۶

اُن انکھڑیوں میں سرور ہلکا ہلکا
مکھڑے میں بہاگ راگ ہلکا دہکا
جیسے دیوی کھڑی ہو جھرمٹ مارے
ماتھے کا چندر لوک دمکا دمکا

۲۰۷

ہونٹوں پہ لرزتے ہیں پیغام حیات
انفاس کی لے میں جذب روح نغمات
آنکھیں نہیں پلک کھولے ہوئے صبح بہار
زلفوں کی اوٹ گنگناتی برسات

(۲۰۸)

وہ چہرہ اُترا ہوا وہ حسنِ بیمار
بے چینی کی روح کو بھی آتا تھا پیار
دیکھا ہے کرب کے بھی عالم میں تجھے
ہوتا تھا سکون لاکھ جانوں سے نثار

(۲۰۹)

وہ نبض کی موج دود وہ سوزِ دروں
نرم اُلٹی سانسیں اور وہ حالِ زبوں
ہے شیوہ کا رقص حسن کا عالمِ نزع
رگ رگ میں موج کرب چہرہ پہ سکوں

۲۰۸- حسنِ بیمار کو ناقابلِ برداشت درد کے عالم میں دیکھ کر یہ اور اُس کے آگے والی رباعی کہی گئی ہے —— ۲۰۹- سب کائنات کو ششدر کرنے کیلئے شیوہ رقصِ اجل کرتے ہیں

(۲۱۰)

افسردہ فضا پہ جیسے چھایا ہو ہراس
دنیا کو کوئی ہوا بھی آتی نہیں راس
ڈوبی جاتی ہو جیسے نبضِ کونین
کس بات پہ حسن آج اتنا ہے اداس

(۲۱۱)

دل کس لئے بیقرار مضطر ہے
کیوں تو کبھی مرہم ہے کبھی خنجر ہے
ہے عشق تو ماورائے آرام و نشاط
اور حسن وفا جفا سے بالا تر ہے

تتمہ ۲۰۹ — تو رگیں ٹوٹ رہی ہوتی ہیں اور چہرہ پہ بیکراں سکوت کی جھلک ہوتی ہے۔

۲۱۲

رہ رہ کے کوئی قدرِ جمال آنکتا ہے
رنگیں فضاؤں کو کوئی سانکتا ہے
پڑتی ہے تیرے چہرہ پہ یہ نرم سی چھوٹ
یا وقت کے رخنوں سے ابد جھانکتا ہے

۲۱۳

ہیں ایک شہود و غیب، اِن دونوں کی
ہر خطِ بدن میں سرحدیں ملتی ہوئی
سرتا بقدم عالمِ اسرار ہے حُسن
معنی صورت ہے اور صورت معنی

۲۱۲۔ سانکا = برچھا یا نیزہ، سانکنا یعنی سانکا پیوست کرنا، سانکا مارنا۔

(۲۱۴)

کہتی ہیں یہی تیری نگاہیں اے دوست
نکلیں نئی زندگی کی راہیں اے دوست
کیوں حسن و محبت سے نہ اونچے اُٹھ کے
دونوں اک دوسرے کو چاہیں اے دوست

(۲۱۵)

کیوں ہمت آسماں سے باہیں اے دوست
کیوں ہم سے چلیں میں کج نگاہیں اے دوست
ہم بیٹھے ہیں تیرے قدموں میں کبھی
ہم سیکھے ہوئے ہیں تیری آنکھیں اے دوست

۲۱۶

غافل کشش حسن سے بچنا بے سود
کھنچتے آتے ہیں بزم امکاں کے حدود
چٹکی میں جماہی کی ہے دامانِ عدم
انگڑائی کے ہاتھوں میں گریبانِ وجود

۲۱۷

پڑنے لگا ماند چندرماں کا آکار
دھندلانے لگا فلک پہ تاروں کا غبار
جھلمل پروائی میں پون رس ڈوبے
چٹکاتی ہے پور انگلیوں کی صبح بہار

۲۱۷۔ [آکار = صورت، نقش، چمک] [پون - رس = ہوا کا رس]

(۲۱۸)

چتون میں ہے سادگی بھی پرکاری بھی
آنکھیں کچھ ڈھیٹھ اور کچھ چونکی ہوئی
چڑھتے دن میں سحر کی جیسے نرمی
جوبن رس میں جھلک ہی بالے پن کی

(۲۱۹)

کرونڑا رس کی سریلی کوتا ہے بدن
اٹھتے ہوئے درد کا ترانا ہے بدن
رادھا کے آنسوؤں کے ہلتے ہوئے تار
گل گوپیوں کے برہ کی پیڑا ہے بدن

۲۱۹- کرونڑا رس کی کوتا= وہ نظم جس میں سوز و گداز کا رس ہو۔ جذبات کی مختلف کیفیتوں کو سنسکرت میں رس کہتے ہیں۔

۲۲۰

کتنا بھرپور دن تھا تو تھا جب پاس
گاتے ہوئے لمحوں کا وہ رنگیں احساس
جاتے ہی ترے ہوا وہ عالم جیسے
تہوار کے بعد شام سُونی اور اُداس

۲۲۱

زنجیرِ حیاتِ بحر و بر ہلتی ہے
اُپ - وَن، بن میں کلی کھلتی ہے
بزمِ فطرت کو لے بہاروں کی بہار
تیرے ہاتھوں سے زندگی ملتی ہے

۲۲۱- اُپ - وَن = باغ۔

(۲۲۲)

بن بن کے مٹے ہیں اور مٹ مٹ کے بنے
جینے مرنے کے گُر جبلی نے سیکھے
تو جانِ ممات تو حیاتوں کی حیات
شائستۂ مرگ و زیست انساں کو کرے

(۲۲۳)

یکسر وہ تبسم ہے تمام آنسو ہے
ہمہ شبنم و گُل، تمام رنگ و بو ہے
پلکوں کی اوٹ میں طلسمِ ہستی
آنکھیں ہیں کہ کام رُوپ کا جادو ہے

(۲۲۴)

کشتی پر چاندنی میں سیرِ دریا
آئینہ نُما یہ نرم شفّاف ہوا
پیدا حرکت سے ہے سکوں کی تصویر
چپّو چلنا بدن کا کم کم ہلنا

(۲۲۵)

یہ عالم رنگ و بو یہ قدِ رعنا
وہ آمدِ سوئے جاں نثارِ شیدا
رفتار میں وہ لٹک وہ جست اور اُبھار
جس طرح گگن کھیلتا جائے دریا

(۲۲۶)

وہ روپ کہ کامدیو جس کا ہو شکار
وہ رنگ اوشا نے جیسے چھیڑا ہو ستار
وہ ہونٹوں کا رس جانِ طراوت ہر بوند
وہ گات کہ سر سے ایڑیوں تک جھنکار

(۲۲۷)

رخساروں پہ زلفوں کی گھٹا چھائی ہوئی
آنسو کی لکیر آنکھوں میں لہرائی ہوئی
وہ دل اُمڈا ہوا وہ پریمی سے بگاڑ
آواز غم و غصہ سے بھرّائی ہوئی

۲۲۶ - ز فرق تا بقدم دل ہی دل ہے پیکرِ ناز ✤ جہاں سے دیکھئے اُسے آیا ہوا سا پیار ہے وہ
فراق

(۲۲۸)

ہیں اُٹھتی جوانیاں کہ جیون کا اوج
الکوں میں پھنسے دلوں کی ملتی نہیں کھوج
وہ رس جو چھلک کے کم نہ ہونے پائے
ایسے رس سے بھرے ہیں آنکھوں کے سروج

(۲۲۹)

گیسو کے بناؤ میں لٹکتے ہیں بھجنگ
پیکر کے رچاؤ میں کھنکتی ہوئی چنگ
آنکھوں کے جھکاؤ میں ہے خلوت کی اُمنگ
سینے کے تناؤ میں پکھاوج کی ترنگ

۱۲۸- [اوج بروزن کھوج = جوش۔ اُبھار] [سروج = کنول]

(۲۳۰)

انگ انگ میں لے لچکتے ہوئے نازو کی
سرتا بقدم کاہکشاں گاتی ہوئی
یہ رات گئے روپ کے سنگیت کا لوچ
آواز میں جیسے لگ گئی ہو پتّی

(۲۳۱)

ہونٹوں پہ پیامِ لطف آنے بھی نہ دے
دم بھر کو حجابِ ناز اٹھانے بھی نہ دے
یہ عشقِ حزیں پہ مہربانی کیسی
جو حسن کو کھل کے مسکرانے بھی نہ دے

جب گاتے گاتے پل بھر کیلئے آواز میں ایک دلکش بھاری پن آجاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ گلے کی رگوں کو حیا ہی آگئی اس وقت کہتے ہیں کہ آواز میں پتّی لگ گئی۔

(۲۳۲)

وہ ہونٹ ڈرے ڈرے نگاہوں سے دُعا
معصوم آنکھوں میں اشک چھلکا چھلکا
زہرابِ وفا کو حسن کرتا ہے قبول
یا بِس کا پیالہ شِیو نے ہاتھوں میں لیا

(۲۳۳)

یہ چیت کی چاندنی میں آنا تیرا
انگ انگ ہے نکھرا ہوا لہرایا ہوا
رس اور سگندھ سے جوانی بوجھل
اِک باغ ہے بَور آئے ہوئے آموں کا

۲۳۳۔ سمندر جب متھا گیا اور اسکی تہوں سے ہلاہل نکلا تو بجائے وشنو کے قہر و جلال کے دیوتا شیو نے دنیا کو بچانے کیلئے اُسے پی لیا۔ ہلاہل کو ہاتھوں میں لیتے وقت شیو کی آنکھیں نم ہو گئیں

(۲۳۴)

رگ رگ میں تھرتھراتے رس کا یہ اُبال
جس طرح چھلک رہا ہو مینائے جمال
یہ بل کھاتی ہوئی سنہری لہریں
شفاف بدن ہے یا طلوعِ سیال

(۲۳۵)

رنگین جبیں صبح چمن کا عالم
بالوں میں اُمنڈتے ہوئے گھن کا عالم
سرتاسر روشِ بہارِ فردوس
برسات میں لہلہے بدن کا عالم

بقیہ صفحہ ۱۳۳۔ تھیں اور ہونٹ کا ٹپ اُٹھے تھے۔

(۲۳۶)

آنچل کے تلے دمکتے جوبن کی یہ لَو
ساڑی کے چُناؤ میں لچکتے مسرِ نو
ٹھوڑی پہ جگمگاتی کرنوں کی یہ چھوٹ
مرحم کے گھاٹ پر وہ پھٹتی ہوئی پَو

(۲۳۷)

پلکوں سے پڑ رہی ہے امرت کی پھوار
جوبن میں بسنت کی ترنگوں کا اُبھار
یہ دیپ شکھا سی ناک کلیکا سے اُدھر
وہ رنگ کہ کر رہی ہے اُوشا سرنگار

۲۳۷- [کلیکا بر وزن کلکا = بہت نرم و نازک کلی] [ادھر = ہونٹ]
[سرنگار = سنگھار]

(۲۳۸)

مُنھ اُٹھائے ہرن کے بچّے کومل لوچن
پو پھٹنے کی جھنکار لئے مدھر بچن
کیمپت ہے اساوری کہ الکوں کی لٹیں
دیپک کا نرم راگ سکمار بدن

(۲۳۹)

تو ہر لحظہ کچھ اور آتا ہے نظر
ہر جلوہ ہی پہلے جلوے سے نازک تر
ہر خطِ بدن میں جذبِ نغمے، جیسے
سوتی ہیں حقیقتیں لبِ شاعر پر

۲۳۸- [لوچن = آنکھ] [مدھر بچن = میٹھے بول] [تیسرے مصرعہ کا مفہوم = زلفوں کی لٹ میں اساوری کی لے کانپ رہی ہے] — ۲۳۹- [كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ٥]

(۲۴۰)

بل کھائی ہوئی کرن ہے نازک قامت
دیپک کی نرم لَو سی ہنستی صورت
تارے کی طرح حسین جب ایک ہی ہو
دن ڈوبے جبینِ آسماں کی زینت

(۲۴۱)

رس میں ڈوبی تو اور نکھری شوخی
ڈھل کر شبنم سے جیسے کھِلتی ہو کلی
معصوم ہے کتنی رُوٹھ جانے کی ادا
آنکھوں میں سرشک اور ہونٹوں پہ ہنسی

(۲۴۲)

رنگت تری کچھ اور نکل آتی ہے
یہ آن تو حوروں کو بھی شرماتی ہے
کٹتے ہی شب وصال ہر صبح کچھ اور
دوشیزگیٔ جمال بڑھ جاتی ہے

(۲۴۳)

چھن چھن کے پڑے جہاں ستاروں کی کرن
پریاں دیں خود جسے ہوائے دامن
وہ روپ نگر کا بن ہے رمنا تیرا
چرتے ہیں جہاں چاند کی دیوی کے ہرن

(۲۴۴)

موتی کے ہار بن کے پھولوں میں رہی
راتوں کا چراغ بن کے تا صبح جلی
پر لگ گئے جب سحر کے غنچے چٹکے
پڑتے ہی کرن اُڑی وہ شبنم کی پری

(۲۴۵)

یہ پچھلی رات! روپ بے سُدھ ہے نپٹ
آتی ہے کانپتی لتاؤں کی لپٹ
یہ آدھے بدن تک کھُلے الکوں کی لٹیں
یہ رنگِ بدن یہ مہکی کروٹ

(۲۴۶)

آہٹ ہے نسیم کی حضوری کا پیام
جھکتے ہیں چمن والے۔ ادب کا ہے مقام
پھولوں میں کھڑا جام بکف وقتِ سحر
گلزارِ جہاں کا کوئی لیتا ہے سلام

(۲۴۷)

مشرق سے جوئے شیر بہنے لگی جب
کافور ہوئی دہر سے تاریکیٔ شب
اُٹھا کوئی نیند سے سمیٹے گیسو
اِک نرم دمک لئے جبیں کا پوُرب
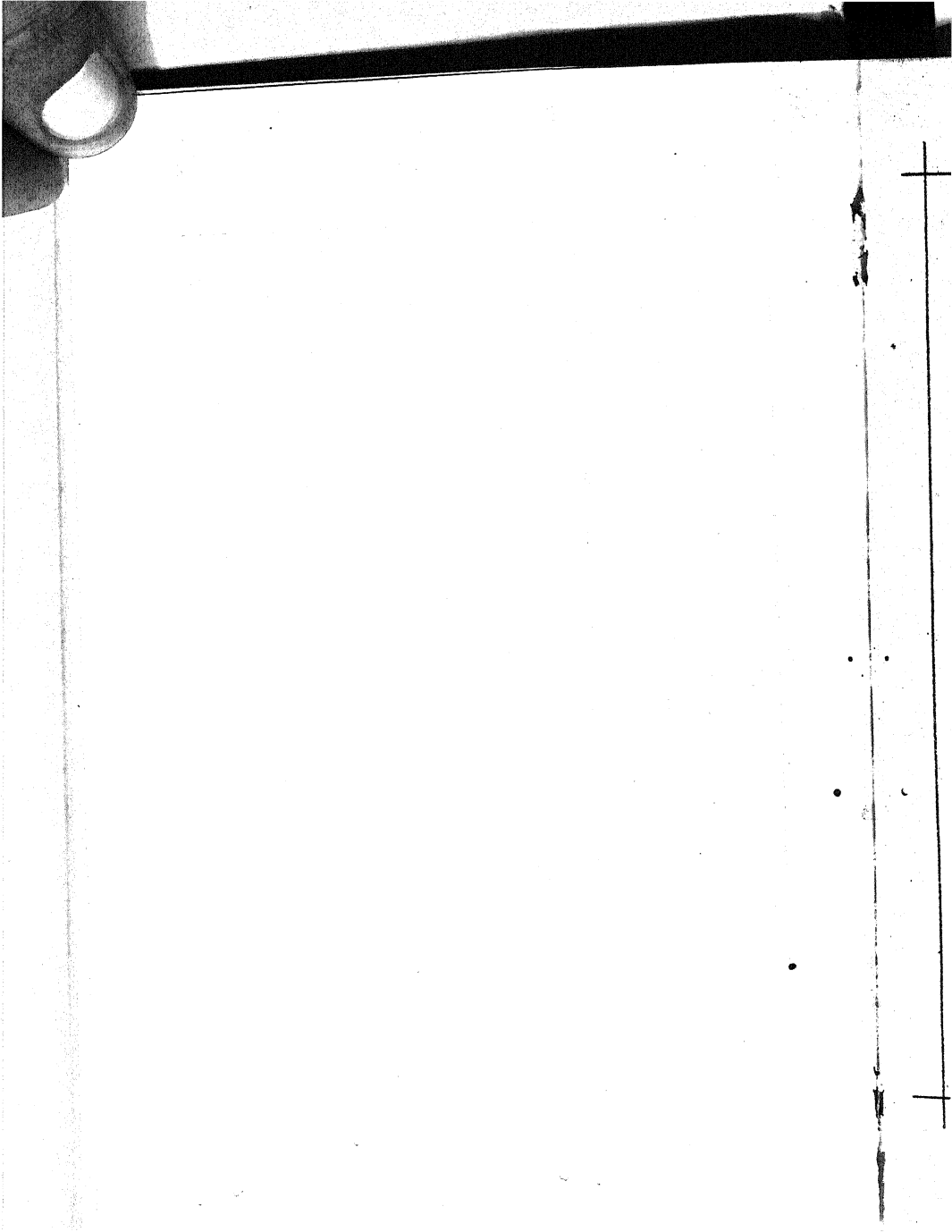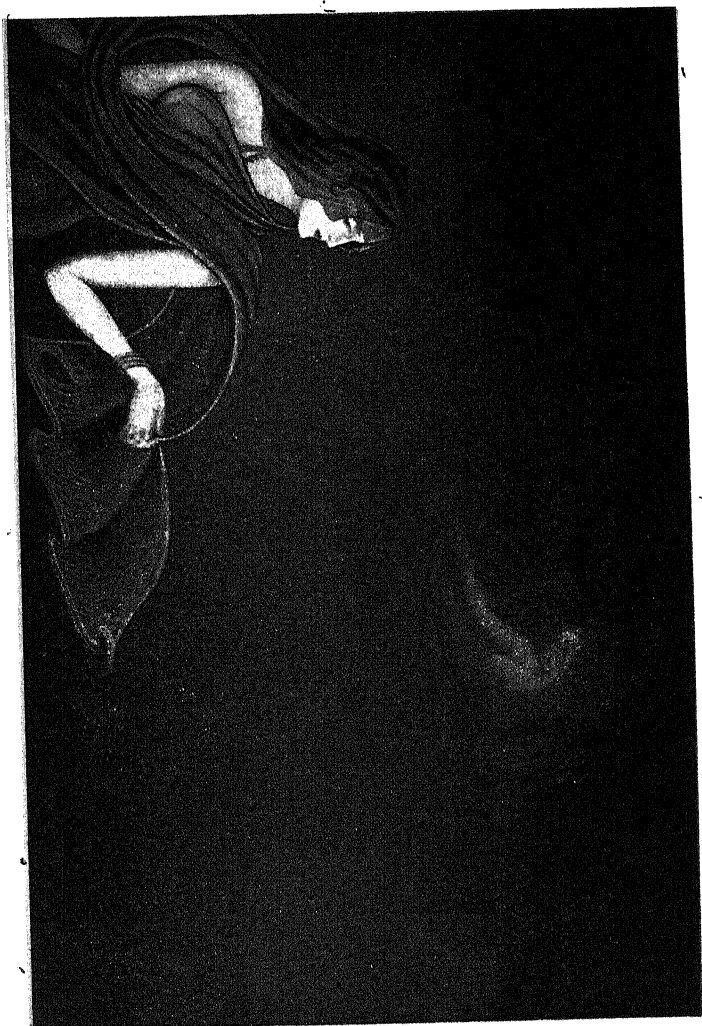
(۲۴۸)

کیا رات گئے رنگ ہیں گلزاروں کے
گُل بھیگے ہوئے شعلے ہیں انگاروں کے
یہ گیسوئے پُرخم، یہ شبستانِ جمال
یہ جلتے دئے چمپئی رخساروں کے!

(۲۴۹)

لہرائی ہوئی شفق میں اُوشا کا یہ رُوپ
یہ نرم دمک مکھڑے کی سج دھج ہے انوپ
تیرا بھی اُڑا اُڑا سا آنچل زرتار
گھونگھٹ سے وہ چھنتی ہوئی رخساروں کی دھوپ

(۲۵۰)

مہکا مہکا چمکتے بالوں کا بن
نکھرا نکھرا دمکتے چہرے کا چمن
سمٹا سمٹا حیا سے ہر عضوِ بدن
چونکے چونکے سیاہ آنکھوں کے ہرن

(۲۵۱)

یہ پو پھٹتی ہوئی شفق کے شعلے
پنکھڑیوں پر گلوں کی نم کے قطرے
یہ نرم صباحت لقائے رنگیں
یہ چہرۂ تر یہ ہونٹ بھیگے بھیگے

(۲۵۲)

تارے چھپتے چلے جھلا جھل ہے فضا
رفتارِ سکوں نما سے چلتی ہے ہوا
حُسنِ خوابیدہ ہے کہ پھولی ہے شفق
ہے روپ کہ صبح کا سُہانا تڑکا

(۲۵۳)

افلاک پہ جب پرچمِ شب لہرایا
ساقی نے بھرا ساغرِ مہ چھلکایا
کچھ سُوچ کے کچھ دیر تأمّل کر کے
اِس نے بھی ذرا پردۂ رُخ سرکا

(۲۵۴)

یہ موجِ نسیم، یہ سُہانا تڑکا
دامانِ شفق فضا میں لٹکا لٹکا
پورب کو مُنھ کرے سُہاگن ہے کھڑی
آنچل دوشِ حسیں سے ڈھلکا ڈھلکا

(۲۵۵)

جیسے کوئی چھلکائے ساغر بھر کے
رخساروں کو خوابِ روز روشن کر کے
بادل کی تہوں سے ماہِ کامل نِکلا
امرت میں ڈھلی جبیں سے گیسو سر کے

(۲۵۶)

افلاک کو کچھ آئی ہوئی انگڑائی
رگ رگ میں کسک چلتی ہوئی پُروائی
آنکھوں میں نکلتے پھٹتے دن کی بہار
ایسے میں دبے پاؤں جوانی آئی

(۲۵۷)

کچھ بڑھتا ہوا شفق کے دِل کا دھڑکا
کچھ شعلۂ سازِ صُبح بھڑکا بھڑکا
وہ جسم کی نرم جوت کپڑوں کے تلے
آنکھوں کے پیام کا سُہانا تڑکا

(۲۵۸)

یہ سناٹا، سماں کی یہ بوالعجبی
تاروں کا یہ ترنم زیرِ لبی
اک نغمۂ راز ہے نگاہوں کا سکوت
یہ آدھ کھلی آنکھ جادوئے نیم شبی

(۲۵۹)

جاڑوں میں منھ اندھیرے سنگم کا سماں
جلوے گنگ و جمن کے کہرے میں نہاں
کھڑے پر جھٹپٹے میں تاروں کی وہ چھاؤں
وہ گیسوئے خم بہ خم کی خوشبو کا دھواں

(۲۶۰)

وہ مطلعِ صبح رقص کرتی کرنیں
دوشیزہ فضا میں جیسے کلیاں سی کھلیں
لَو دیتی جبینِ نازِ حُسنِ مطلع
خوشبو اور کمسنی کی نازک موجیں

(۲۶۱)

یہ رُوپ کی موہنی یہ ابرو کے ہلال
انگ انگ کی یہ لچک یہ گاتی ہوئی چال
یہ لوچ ہوائے شام جس پر ہو نثار
آنچل میں لئے ہزاروں تاروں کا جمال

(۲۶۲)

دھیما دھیما سا نور جیسے تہِ ساز
بڑھتا جاتا ہے چھٹکے تاروں کا گداز
لیتی ہیں جماہیاں یہ باتیں تیری
سرگوشیاں جس طرح کرے عالمِ راز

(۲۶۳)

پورے جوبن پہ جیسے مہکی ہوئی رات
کلیوں میں جیسے موجزن روحِ نبات
وہ عالمِ رنگ و بو ہی تجھ پر اے دوست
شاعر کے لبوں پہ جیسے پیغامِ حیات

(۲۶۴)

ڈھلکا آنچل دمکتے سینے پہ الک
پلکوں کی اوٹ مسکراہٹ کی جھلک
وہ ماتھے کی کہکشاں وہ موتی بھری مانگ
وہ گود میں چاند سا ہمکتا بالک

(۲۶۵)

آنگن میں لئے چاند کے ٹکڑے کو کھڑی
ہاتھوں پہ جھلاتی ہے اُسے گود بھری
رہ رہ کے ہوا میں جو لوکا دیتی ہے
گونج اُٹھتی ہے کھلکھلاتے بچے کی ہنسی

(۲۶۶)

نہلا کے چھلکے چھلکے نرمل جل سے
الجھے ہوئے گیسوؤں میں کنگھی کر کے
کس پیار سے دیکھتا ہے بچہ منہ کو
جب گھٹنوں میں لیکے ہے پنھاتی کپڑے

(۲۶۷)

دیوالی کی شام گھر پتے اور سجے
چینی کے کھلونے جگمگاتے لاوے
وہ روپ تی مکھڑے پر اک نرم دمک
بچے کے گھروندے میں جلاتی ہے دیئے

مائیں بچوں کو نہلا دھلا کے کپڑے پنھاتے وقت انھیں کھڑا کر کے انکی کمر گھٹنوں میں مضبوط نرمی سے دبا لیتی ہیں کہ کھلکھلا چنچل نہ بچے بھاگ نہ پائیں۔

(۲۶۸)

گل ہیں کہ رخِ گرم کے ہیں انگارے
بالک کے نین سے ٹوٹتے ہیں تارے
رحمت کا فرشتہ بن کے دیتی ہے سزا
ماں ہی کو پکارے اور ماں ہی مارے

(۲۶۹)

کس پیار سے دے رہی ہے میٹھی لوری
ہلتی ہے سڈول بانہہ گوری گوری
ماتھے پہ سہاگ آنکھوں میں رس ہاتھوں میں
بچے کے ہنڈولے کی چمکتی ڈوری

(۲۷۰)

آنگن میں ٹھنک رہا ہے ضد یایا ہے
بالک تو ہئی چاند پہ للچایا ہے
درپن اُسے دیکے کہہ رہی ہے یہ ماں
دیکھ آئینے میں چاند اُتر آیا ہے

(۲۷۱)

کس پیار سے ہوتی ہے خفا بچے سے
کچھ تیوری چڑھائے ہوئے منھ پھیرے ہوئے
اس روٹھنے پر پریم کا سنسار نثار
کہتی ہے کہ جا تجھ سے نہیں بولیں گے

(۲۷۲)

رکشا بندھن کی صبح رس کی پتلی
چھائی ہے گھٹا گگن پہ ہلکی ہلکی
بجلی کی طرح لپک رہے ہیں لچھّے
بھائی کے ہے باندھتی چمکتی راکھی

(۲۷۳)

دوشیزہ فضا میں لہلہایا ہوا روپ
آئینۂ صبح میں جھلکتا ہوا روپ
یہ نرم نکھار، یہ سجل دھج، یہ سگندھ
رس میں ہے کنوارے پن کے ڈوبا ہوا روپ

(۲۷۴)

منڈپ کے تلے کھڑی ہے رس کی پتلی
جیون ساتھی سے پریم کی گانٹھ بندھی
مہکے شعلوں کے گرد بھاونر کے سمے
مکھڑے پر نرم چھوٹ سی پڑتی ہوئی

(۲۷۵)

آنکھوں میں سرشک جگمگاتا مکھڑا
وہ جشنِ رخصتی سہانا تڑکا
جھرمٹ میں سہیلیوں کے اٹھتے ہیں قدم
وہ گھر کی عورتوں کا بابُل گانا

۲۷۴۔ آگ کو گواہ بنا کر جب دولہا دلھن سات بار جگمگاتے شعلوں کے گرد طواف یا بھاونر کر لیتے ہیں تب بیاہ کی قانونی حیثیت ہو جاتی ہے۔

۳۷۶

تکیوں کے آس پاس الکوں کی لٹک
آنچل کے تلے کچوں کے جلتے دیپک
وہ سیج پہ جگمگاتی کرنوں کی چھوٹ
وہ ماتھے پہ سہاگ تارے کی جھلک

۳۷۷

یہ راز و نیاز اور یہ سمے خلوت کا
یہ آنکھ میں آنکھ ڈال دینا تیرا
ہرنی ہے ڈری ڈری سی اور کچھ مانوس
یہ نرم جھجھک سپردگی کی یہ ادا

کچوں = پستانوں

(۲۷۸)

انگ انگ کی لوچ میں وہ شانِ تسخیر
جھم جھم بجتی ہوئی کمر کی زنجیر
ہنگامِ وصال پینگ لینا ہوا جسم
بے لاگ ہنڈول راگ کی ہے تصویر

(۲۷۹)

جب رات گئے سہاگ کرتی ہے نگاہ
دل میں شبِ ماہ کے اترتی ہے نگاہ
رتنار نین سے پھوٹتی ہیں کرنیں
یا کاہکشاں کی مانگ بھرتی ہے نگاہ

۲۷۸۔ ہنڈول راگ = چھ راگ ہیں جن میں ایک کا نام ہنڈول راگ ہے۔ [رتنار = گلابی

(۲۸۰)

ہے بیاہتا پر روپ ابھی کنوارا ہے
ماں ہی پہ ادا جو بھی ہے دوشیزا ہے
وہ مود بھری، مانگ بھری گود بھری
کنیا ہے سہاگن ہے جگت ماتا ہے

(۲۸۱)

یہ ہلکے سلونے سانولے پن کا سماں
جمنا جل میں اور آسمانوں میں کہاں
سیتا پہ سوئمبر میں پڑا رام کا عکس
یا چاند سے مکھڑے پہ ہے زلفوں کا دھواں

سگھڑ = سُندر
موَد = پریم

(۲۸۲)

مدھوبن کے بسنت سا سجیلا ہے وہ روپ
برکھا رُت کی طرح رسیلا ہے وہ روپ
رادھا کی جھپک کرشن کی برزوری ہے
گوکل نگری کی راس لیلا ہے وہ روپ

(۲۸۳)

تو ہاتھ کو جب ہاتھ میں لے لیتی ہے
دکھ درد زمانے کے مٹا دیتی ہے
سنسار کے تپتے ہوئے ویرانے میں
سُکھ شانت کی گویا تو ہری کھیتی ہے

(۲۰۴)

لچکا لچکا بدن مجسم ہے نسیم
مہکا مہکا وہ چہرہ سانسوں کی شمیم
دوشیزگیٔ جمال صبحِ جنّت
گاتے ہوئے نرم گام موجِ تسنیم

(۲۰۵)

لچکیلا گات اور اَوستھا ہے کِشور.
وہ چال کہ جیسے مِل کے ناچیں سَو مور
کوک اُٹھتی ہیں کوئلیں وہ کالی زلفیں
مُنھ تکتا ہے چندرماں کے دھوکے میں چکور

[اَوستھا = سِن، عمر] [کِشور = نورس، نوخیز]

(۲۸۶)

چھڑکاؤ ہوئے چبوترے پر کچھ نم
بیٹھی ہے سہاگنی، بدن میں کچھ خم
چٹکی سے شعاعِ نور برساتی ہوئی
ہے دیدنی چوک پورنے کا عالم

(۲۸۷)

ہے مانند فلک پہ کہکشاں کا بھی نکھار
یوں پور رہی ہے چوک وہ جانِ بہار
بل کھائی لکیریں ہیں کہ چلتا جادو
بڑھتی ہوئی چٹکیوں کی جنبش کے نثار

(۲۸۸)

چوکے کی سہانی آنچ ۔ مکھڑا روشن
ہے گھر کی لکشمی پکاتی بھوجن
دیتے ہیں کرچھلی سے چلنے کا پتہ
سیتا کی رسوئی کے کھنکتے برتن

(۲۸۹)

کس درجہ شگوں نما ہیں ابرو کے ہلال
خیر و برکت کے دھن لٹاتی ہوئی چال
جیون ۔ ساتھی کے آگے دیوی بن کر
آتی ہے سہاگنی سجائے ہوئے تھال

(۲۹۰)

پریمی کے ساتھ کھانے کا وہ عالم
چھلکے پہ وہ ہاتھ جسمِ نازک میں وہ خم
لقمے کے اُٹھانے میں کلائی کی لچک
دلکش کتنا ہے منھ کا چلنا کم کم

(۲۹۱)

جب جھولا جھولنے میں ساون وہ گائے
کروٹ قوسِ قزح کو رہ رہ کے دلائے
وہ پینگ بڑھانے میں لچکتا ہوا وہ جسم
آئینہ نیلگوں میں بجلی لہرائے

(۲۹۲)

اودی اودی گگن پہ۔ چھائی ہے گھٹا
ساجن کے بیوگ میں سُستا سا مکھڑا
اب سوچ سنگار کی کہ آتے ہیں پیا
پڑنے لگی رس کی بوند کا گا بُولا

(۲۹۳)

ہودی پہ کھڑی۔ کھلا رہی ہے چارا
جوبن، رس انکھڑیوں سے چھلکا چھلکا
کومل ہاتھوں سے ہے تھپکتی گردن
کس پیار سے گائے دیکھتی ہے مکھڑا

(۲۹۴)

وہ گائے کو دوہنا سہانی صبحیں
گرتی ہیں بھرے تھن سے چمکتی دھاریں
گھٹنوں پہ کلس کا وہ جھلکنا کم کم
یا چٹکیوں سے چھوٹ رہی ہیں کرنیں

(۲۹۵)

منتقی ہے جسے وہی کورس کی پتلی
الکوں کی لٹیں کچوں پہ اٹکی لٹکی
وہ چلتی ہوئی سڈول باہوں کی لچک
کومل مکھڑے پہ اک سہانی سرخی

(۲۹۶)

آنکھیں ہیں کہ پیغام محبت والے
بکھری ہیں لٹیں کہ نیند میں ہیں کالے
پہلو سے لگا ہوا ہرن کا بچہ
کس پیار سے ہی بغل میں گردن ڈالے

(۲۹۷)

کروٹ سے سو رہی ہے کھولے گیسو
پو پھٹتی ہے یا جھلک رہا ہے پہلو
ہل کر مانوس ہو گیا ہے کتنا
تلووں سے مل رہا ہے آنکھیں آہو

(۲۹۸)

حمام میں عریانی تن کا عالم
پیکر کا دھندلکے میں جھلکنا کم کم
اک ہلکی تھرتھری سی سر سے پا تک
شبنم سے دھلی شفق بھی کھاتی ہے قسم

(۲۹۹)

نرمل جل سے نہا کے رس کی پتلی
بالوں سے ارگجے کی خوشبو لپٹی
ست رنگ دھنش کی طرح بانہوں کو اٹھائے
پھیلاتی ہے الگنی پہ گیلی ساڑی

(۳۰۰)

نکھری نکھری نئی جوانی دمِ صبح
آنکھیں ہیں سکوں کی کہانی دمِ صبح
آنگن میں سہاگنی اٹھائے ہوئے ہاتھ
تلسی پہ چڑھا رہی ہے پانی دمِ صبح

(۳۰۱)

آنگن میں سہاگنی نہا کے بیٹھی
رامائن زانوؤں پہ رکھی ہے کھلی
جاڑے کی سہانی دھوپ کھلے گیسو کی
پرچھائیں چمکتے صفحے پر پڑتی ہوئی

(۳۰۲)

معصوم جبیں اور بھوؤں کے خنجر
وہ صبح کے تارے کی طرح نرم نظر
وہ چہرہ کہ جیسے سانس لیتی ہو سحر
وہ ہونٹ طمانیت کی آبھا جن پر

(۳۰۳)

امرت وہ ہلاہل کو بنا دیتی ہے
غصے کی نظر پھول کھلا دیتی ہے
ماں لاڈلی اولاد کو جیسے تاڑے
کس پیار سے پریمی کو سزا دیتی ہے

آبھا = نہایت نرم روشنی

(۳۰۴)

پیاری تری چھب دِلکو لبھا لیتی ہے
اس روپ سے دُنیا کی ہری کھیتی ہے
ٹھنڈی ہے چاند کی کرن سی لیکن
یہ نرم نظر آگ لگا دیتی ہے

(۳۰۵)

زُلفِ پُرخم عنانِ شب موڑتی ہے
آواز طلسمِ تیرگی توڑتی ہے
یوں جلوؤں سے ترے جگمگاتی ہے زمین
ناگن جس طرح کینچلی چھوڑتی ہے

۳۰۶

وہ کالی رات کی کمندیں ٹوٹیں
رنگین شعاعیں تیر بن کر چھوٹیں
وہ جوڑے گیسوئے پریشاں کے بندھے
وہ نرگسِ سرمگیں سے کرنیں پھوٹیں

۳۰۷

اُڑ کر وہ کبوتروں کی ٹکڑی اُتری
وہ روپ کی لکشمی ہے سواگت کو کھڑی
دمکے چہرے پہ پھڑ پھڑاتے ہوئے پر
کاندھوں پہ سینہ اور سر پہ بیٹھی

٭ اگت ۔ خیر مقدم

۳۰۸

آنسو سے بھرے بھرے وہ نینا رس کے
ساجن کب اے سکھی تھے اپنے بس کے
یہ چاندنی رات یہ برہ کی پیڑا
جس طرح اُلٹ گئی ہو ناگن ڈس کے

۳۰۹

پریمی کو بخار، اُٹھ نہیں سکتی ہے پلک
بیٹھی ہے سرہانے، ماند مکھڑے کی دمک
جلتی ہوئی پیشانی پہ رکھ دیتی ہے ہاتھ
پڑ جاتی ہے بیمار کے دل میں ٹھنڈک

۳۰۸- یہ تشبیہ شاعرِ اعظم سورداس سے لی گئی ہے۔

(۳۱۰)

چہرے پہ ہوائیاں نگاہوں میں ہراس
ساجن کے برہ میں رُوپ کتنا ہی اُداس
مکھڑے پہ دھواں دھواں لٹاؤں کی طرح
بکھرے ہوئے بال ہیں کہ سیتا بن باس

(۳۱۱)

پنگھٹ پہ گگریاں چھلکنے کا یہ رنگ
پانی ہچکولے لیکے بھرتا ہے ترنگ
کاندھوں پہ، سروں پہ، دونوں باہوں میں کلس
مد انکھڑیوں میں، سینوں میں بھرپور اُمنگ

(۳۱۲)

یہ ایکھ کے کھیتوں کی چمکتی سطحیں
معصوم کنواریوں کی دلکش دوڑیں
کھیتوں کے بیچ میں لگاتی ہیں چھلانگ
ایکھ اتنی اُگے گی جتنا اُونچا کودیں

(۳۱۳)

یہ روپ مدن کے بھی خطا ہوں اَوسان
یہ سج جو توڑ دے رتی کا اَبھمان
پھیکی پڑتی ہے دھوپ یہ جوبن جوت
یہ رنگ کہ آنکھ کھول دے جیون گان

۳۱۲۔ چیت کی چاندنی میں ایکھ کے کھیتوں میں کنواری لڑکیاں چھلانگ لگاتی ہیں۔ عقیدہ ہے کہ جتنی اونچی چھلانگ ہو گی اُتنی اونچی ایکھ اُگے گی۔ ۳۱۳۔ دوسرے صفحہ پر

(۳۱۴)

لہروں میں کھلا کنول نہائے جیسے
دوشیزۂ صبح گنگنائے جیسے
یہ روپ یہ لوچ یہ ترنّم یہ نکھار
بچّہ سوتے میں مسکرائے جیسے

(۳۱۵)

اُوشا پچھلے کو کنمنائے جیسے
رس گل کی رگوں میں تھرتھرائے جیسے
یہ پیکرِ نازنین کا عالم دمِ صبح
انگڑائی سی شفق کو آئے جیسے

۳۱۴ — مدن عشق کا دیوتا۔ رتی مدن کی بیوی۔ جیون گان۔ نغمۂ حیات۔

(۳۱۶)

دوشیزہ بہار مسکرائے جیسے
موجِ تسنیم گنگنائے جیسے
یہ شانِ سبک روی یہ خوشبوئے بدن
بل کھاتی ہوئی نسیم گائے جیسے

(۳۱۷)

غنچے کو نسیم گدگدائے جیسے
مطرب کوئی ساز چھیڑ جائے جیسے
یوں پھوٹ رہی ہے مسکراہٹ کی کرن
مندر میں چراغ جھلملائے جیسے

(۳۱۸)

نگ لعلِ یمن کا جگمگائے جیسے
دیپک کا شرار تھرتھرائے جیسے
ماتھے پر وہ سہاگ بندی کی جھلک
تارا سرِ چرخ جھلملائے جیسے

(۳۱۹)

پچھلے کو چراغ لڑکھڑائے جیسے
بزمِ مہ کو جماہی آئے جیسے
یہ انگڑائی یہ پیکرِ خواب آلود
رنگینی چھلک چھلک سی جائے جیسے

(۳۲۰)

جادو وہ جھکی پلک جگائے جیسے
پڑتے ہوں کھلی فضا پہ سائے جیسے
ہیں فرش سے تا عرش دو عالم مخمور
کونین کو بیٹھی نیند آئے جیسے

(۳۲۱)

تاریخ نقاب رخ اٹھائے جیسے
جھرمٹ تاروں کا ہل کے گائے جیسے
یہ کشف و کرامات دم نظارہ
صدیوں کا حجاب ٹوٹ جائے جیسے

(۳۲۲)

تھی گیسوئے شب میں تھرتھراہٹ کم کم
نمناک فضاؤں میں اداہٹ کم کم
وہ جوت بدن کی پیرہن میں جیسے
تاروں کی کرن میں لپلپاہٹ کم کم

(۳۲۳)

تھی سرد ہوا میں سنسناہٹ کم کم
خوابیدہ فضا میں گنگناہٹ کم کم
وہ پنگھٹ کے چھم چھم لینا تیرا
وہ زیر قبا کی سرسراہٹ کم کم

(۳۲۴)

چھپتے تارے، سحر کی آہٹ کم کم
سینے میں اُفق کے کپکپاہٹ کم کم
بستر سے ترا وہ منھ اندھیرے اُٹھنا
تازہ پیکر میں الساہٹ کم کم

(۳۲۵)

ملتی تھی ابھی سحر کی آہٹ کم کم
تھی اودی فضا میں جگمگاہٹ کم کم
پہلو سے مرے وہ تیرا سو کر اُٹھنا
اُجلے کپڑوں کی لگلجاہٹ کم کم

(۳۲۶)

رگ رگ میں جوانی کی سلگتی ہوئی آگ
رتنار آنکھوں کا رس مچاتا ہوا پھاگ
ہر خطِ بدن کی جگمگاتی ہوئی لو
وہ روپ وتی پاؤں سے سر تک ہے سہاگ

(۳۲۷)

ہر عشوہ کا کچھ بھید بھرم لینے دے
لہرائے ہوئے رنگ کو جسم لینے دے
اے پریم کے بیچ کی رسیلی پتلی
اتنا بھی نہ چھیڑ مجھ کو دم لینے دے

(۳۲۸)

خاموش لبوں سے گلستاں جھڑتا ہے
دیدہ ہے کہ سو میکدوں سے لڑتا ہے
اے رشکِ چمن لہلہے جوبن پہ ترے
سو گلشنوں کا رنگ پھٹا پڑتا ہے

(۳۲۹)

رفتار میں منڈلاتی گھٹاؤں کا ابھار
گفتار میں دوشیزہ شگوفوں کا نکھار
بیکل کی لے میں لحنِ داؤد کے بول
فردوسِ نظر لہلہے جوبن کی بہار

(۳۳۰)

مدھ ماس میں جیسے جاگ اٹھتا ہے چمن
جس طرح پھٹا پڑے پھبکتا ہوا بن
ہشیار و مست آنکھیں ہیں جھن بن جیت چور
مستی میں سرا بور خود آگاہ بدن

(۳۳۱)

آنکھیں کہ کھلے کنول میں جلتے ہیں دیے
رخسار کہ نرم بھیروین کے شعلے
ظلمات کی منجدھار ہے گیسو ہیں
ہونٹھوں سے گوشوارے کرنوں کے جھڑے

(۳۳۲)

پلکوں کی اوٹ میں ہیں اسرارِ حیات
سانسوں کی نرم لے میں موجِ نغمات
اے مست شباب حُسن کافر کی ترے
مستی ہے کہ بال کھولے برسات کی رات

(۳۳۳)

معصومیِ حُسن چھیڑ جائے جس کو
نرمیِ جمال گدگدائے جس کو
کچھ پوچھ نہ ایسی لاجونتی کی حیا
شرماتے ہوئے بھی شرم آئے جس کو

(۳۳۴)

ان آنکھوں کے نشے نہ بڑھیں ورنہ گھٹیں
وہ نرم صباحت کہ پو پھیں جیسے پھٹیں
وہ مست خرامی کہ فضا گائے ملہار
وہ آدھے بدن تک گھنی زلفوں کی لٹیں

(۳۳۵)

آنکھوں میں بہار کی ہیں صبحیں پلتی
زلفوں میں ہیں میکے کی راتیں ڈھلتی
وہ چال کہ آکاش نکس ہلتے ہیں
تلوؤں سے قیامتیں ہیں آنکھیں ملتی۔

(۳۳۶)

کیا تیرے خیال نے بھی چھیڑا ہے ستار
سینے میں اُڑ رہے ہیں نغموں کے شرار
دھیان آتے ہی صاف بجنے لگتے ہیں کان
ہے یاد میں تیری وہ کھنک وہ جھنکار

(۳۳۷)

گورے ماتھے کی یہ سُہانی مہتاب
لیتی ہے رگوں میں کروٹیں روحِ شباب
زلفوں میں ڈھل رہی ہے میخانے کی رات
آنکھوں سے چھلک چھلک سی جاتی ہے شراب

(۲۳۸)

شرم سے جھجکن رہی ہے جوبن کی دھوپ
یہ نرم دمک مکھڑے کی سج دھج ہے انوپ
اک ہوک سی اُٹھ جاتی ہے لگ جاتی ہے آگ
کوئل کی کوک تھرتھراتا ہوا روپ

(۲۳۹)

کھلتی کلی، مسکراتے ہونٹوں کی مہک
منڈلاتی ہوئی گھٹائیں الکوں کی لٹک
جوبن کے مدھ - کلس بھی چھلکے چھلکے
مکھڑے کے چندر - لوک کی نرم دمک

(۳۴۰)

بالوں میں خنک سیاہ راتیں ڈھلتی
گالوں کی شفق کی اوٹ شمعیں جلتی
تاروں کی سرکتی چھاؤں میں بکھرے
اک جانِ بہار اٹھتی ہے آنکھیں ملتی

(۳۴۱)

لہرائے سروں سے سرکے سرکے آنچل
منڈلائے گیسوؤں کے کالے بادل
یہ کس نے پریم کے ترانے چھیڑے
روشن ہوتے چلے ہیں گالوں کے کنول

(۳۴۲)

میرے منھ سے میرے ترلے سن کے
الفاظ کے ساز سے وہ شعلے دہکے
رخسار تہِ نقاب جگمگ جگمگ
دیپک گانے سے جیسے جل جائیں دیے

(۳۴۳)

پہلے مصرعے میں حسن کا خطِ جبیں
اور دوسرے مصرعے میں لٹوں کی تہ میں
چوتھا نکلتا ہوا یوں تیسرے سے
جیسے بھیگی مسیں ہوں ابھرے سے حسیں [۱]

[۱] از رباعی بیتِ آخر می زند ناخن بدل ٭ خطِ پشتِ لب تبسم را نمکدان تر است — صائبؔ

(۳۴۴)

ہر بیت کے ٹھاٹھ میں سمندر لہرائے
ہر لفظ میں وہ لچک کہ بجلی بل کھائے
اُردو کو شگفتگی ملی وہ مجھ سے
پچھلے کو کنول فضا کا جیسے کھل جائے"

(۳۴۵)

آنکھیں ہوں تو دیکھیں ان ترانوں کا کمال
الفاظ کے زیر و بم سے اُڑتا ہے گلال
اوروں کے یہاں کہاں یہ تیور یہ رچاؤ
کیا سے کیا کر دیا ہے اُردو کا جمال

(۳۴۶)

لَے میں مری گونجتا ہے سوزِ مسلسل
میرے سوزِ دروں میں پڑ کر ہوئی حل
دنیا میں جب آدمی نے آنکھیں کھولیں
وقت سے آج تک کی تاریخِ ازل

(۳۴۷)

صبح صادق میں جیسے گلزارِ جہاں
بیداری و زندگی کا دیتا ہے نشاں
آتا ہے نظر میرے تخیل میں یونہی
انگڑائیاں لیتا ہوا حسنِ جاناں

(۳۴۸)

ہے غازۂ روئے دوست شاعر کا خیال
جذب اسمیں مشاہدے کے ہیں مہ و سال
جلوہ دہِ حسن ہر تماشہ ہے مرا
آئینہ در آئینہ ہے یہ بزمِ جمال

(۳۴۹)

کرلے گُلِ تازہ کچھ تو شاعر کا بھی پاس
معراج ہے آب و گل کی روحِ حساس
کیا سے کیا کر دیا ہے پیکر کو ترے
پہلے تھا کہاں یہ رنگ یہ رس یہ باس

(۳۵۰)

جز میرے یہ رنگِ حسن اچھالے کس نے
سانچے ہیں یہ خط و خال ڈھالے کس نے
ساز بے نغمہ تھا یہ جسمِ رنگیں
اس ساز سے یہ بول نکالے کس نے

(۳۵۱)

پیغمبرِ عشق ہوں سمجھ میرا مقام
صدیوں میں پھر سنائی دیگا یہ پیام
وہ دیکھ کہ آفتاب سجدے میں گرے
وہ دیکھ اٹھے دیوتا سبھی کرنے کو سلام

صحت نامہ

رباعی	غلط	صحیح
۵	لرزاں ہے بدن	بل کھاتا روپ
۱۰	پا	یا
۱۶	مچھلی	پچھلی
۲۳	کہتا ہے ہر عضو بیتنگ شعلوں کی چڑھائو	بجتی گت کا اتار آنکھوں کا جھکاؤ
۳۳	لڑکھڑائی ہوئی چال	رس میں ڈوبا ڈوبا
۵۳	ارجن کے کماں	ارجن کی کماں
۶۲	ست رنگے	ست رنگ
[illegible]	حلق میں جو	جو حلق میں
[illegible]	فضاؤں کے	فضاؤں میں
[illegible]	ترا	تیرا